مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات

شائع کردہ
پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

Marfat.com

Marfat.com

ح من ۱۵

بسلسلہ مطبوعات پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات

جس میں

عقائد یہودیت و نصرانیت اور تصورات ایران، یونان اور ہندوستان سے جو اثر مسلمانوں نے لیکر اپنے مذہب کی ترمیم و تنسیخ کی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور چند اہم مسائل مثلاً جہاد، غیر قوموں پر لشکرکشی، فتوحاتِ ممالکت و وسعت سلطنت، طریقۂ تبلیغ مذہب، طلاق، رجعت امام، بدار پر تاریخی اور شیعی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے اور ان غلط فہمیوں پر اچھی طرح روشنی ڈالی ہے جو طلوع اسلام کے دسمبر ۱۹۵۴ء کے پرچے میں شیعوں کے مذہب کے متعلق مضمون زیر عنوان:

اسلام پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات میں بیان کی گئی ہیں۔

تالیف

آغا محمد سلطان مرزا، دھلوی، ایم۔ اے۔ ایل ایل بی

ڈسٹرکٹ و سشن جج ریٹائرڈ

مؤلف کتاب البلاغ المبین، نور المشرقین من حیاۃ الصادقین، کتاب سیرۃ فاطمۃ الزہرا، کتاب التفریق والتحریف فی الاسلام، صراط مستقیم وغیرہ وغیرہ

قیمت .... ایک روپیہ

تعداد .... ایک ہزار

Marfat.com

59870

Marfat.com

پیش لفظ

خان صاحب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی ایم۔اے۔ ایل ایل بی شیعی دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں پاکستان حسینی مشن راولپنڈی کی استدعا پر آپ نے اپنی ایک گرانقدر تالیف مشن کو عنایت فرمائی ہے جس کے لئے ادارہ صمیم قلب سے آپ کا ممنون و شکر گذار ہے۔

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی گذشتہ دو سال سے علوم و فضائل اہلبیت علیہم السلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جو کام کر رہا ہے اس کی مختصر سی روداد یہ ہے کہ باوجود کاغذ کی نایابی اور قلت سرمایہ کے اس وقت تک پانچ کتابیں اور دو مختصر سے پمفلٹ شائع کئے جا چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب مشن کی آٹھویں پیشکش ہے۔ مشن کے اغراض و مقاصد میں حد بیانداز فکر کے مطابق اصلاحی اور تبلیغی لٹریچر کی اشاعت ہی کا انتظام کرنا نہیں بلکہ تفسیر و ترجمہ قرآن پاک، حدیث، فقہ، تاریخ اور دوسری ضروری مذہبی کتب کی طباعت و اشاعت کر کے مناسب قیمتوں پر اہل علم تک پہنچانا بھی ہے۔

ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ اس کتاب کی طباعت

Marfat.com

واشاعت کے تمام اخراجات قومِ شیعہ کے ایک مایۂ ناز فرزند جناب ڈاکٹر سید اجمل حسین صاحب رضوی ایم۔ بی۔ بی ایس مالک اجمل ہسپتال راولپنڈی نے برداشت کئے ہیں۔ خداوند کریم بطفیل آئمہ معصومین علیہم السلام موصوف کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ اراکینِ مشن آپ کے بے حد ممنون ہیں۔

توقع کی جاتی ہے کہ دوسرے مخیر حضرات بھی اسی طرح اراکینِ مشن کا ہاتھ بٹا کر ثوابِ دارین حاصل کریں گے۔

ناظم شعبہ نشر و اشاعت

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

یکم جولائی ۱۹۵۵ء

Marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۷
طلوع اسلام کا مشرب ، مقصد اور اُس کے اعتراضات کی نوعیت	۹
یہی اعتراضات غیر مسلم اقوام اسلام پر کرتی ہیں	۱۴
یوروپین مصنفین کے اعتراضات کے اقتباسات	۱۸
یوروپین مصنفین اور احمد امین کے اعتراضات کا ماخذ ایک ہی ہے	۲۰
یوروپین مصنفین کے استنباط پر تنقید	۲۲
طلوعِ اسلام کے مضمون میں دو فروگذاشتیں	۲۳
عقد الفرید	۲۶
شعبی	۲۷
شیعوں پر شعبی کے اعتراضات	۲۹
احمد امین کی ایزادان اعتراضات پر	۳۱
حقیقت تشیع و تشریح لفظ شیعہ	″
شیعہ کس کو کہتے ہیں اور ان کی ابتداء	۳۳
(۱) بروئے لغت	۳۳
(۲) بروئے قرآن شریف	۳۵
(۳) بروئے احادیث رسولؐ	″
شیعوں سے اہلسنت و جماعت کی علیحدگی کا باعث	۳۹
اختلاف در مسئلہ امامت	۴۳
حضرت علی کا عقیدہ امامت کے متعلق	″
(۱) تخلف از بیعتِ ابی بکر	″
(۲) احتجاج در مجلسِ شوریٰ	۴۴
(۳) استشہاد در رحبہ	۴۶
فطرت انسانی ۔ بنی اسرائیل کا عقیدہ امامت اور حکومت کے متعلق	۴۸
بنی اسرائیل کے عقیدۂ امامت کی تاریخ	۴۹
امامت بالنص شیعہ عقیدہ	۵۱
حضرت علی نے کن کو آگ میں جلانیکا حکم دیا	۵۲
عبداللہ ابن سبا کی شخصیت	۵۵
غلاۃ	۵۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
جہاد	۵۹
جہاد بروئے قرآن و عمل رسولؐ و وصئ رسولؐ	۶۰
(۱) بروئے قرآن	"
اسلام میں امپیریلزم نہیں	۶۷
اراضیات بصورت غنیمت	۶۸
(۲) عملِ رسولؐ	۷۲
(۳) عملِ وصئ رسولؐ	۷۵
خلافتِ صدرِ اوّل کی لڑائیوں کے وجوہ و عواقب	۷۶
اشاعت اسلام ان کا مقصد نہ تھا	۷۶
حکومتِ صدرِ اول کی لڑائیوں کی غرض و غایت	۸۵
ان سے نہ تو اشاعتِ اسلام ہوئی اور نہ توسیعِ مملکتِ اسلام	"
تبلیغِ اسلام	۸۷
مسلمانوں کی خامی و کم مائگی	"
غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر کس نے اسے قبول کیا اور کس نے اس کا مقابلہ کیا	۹۲
جاہلیت کی صنم پرستی کا اثر	۹۴
غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر	۹۵
اہلِ تصوف اور حضرت علیؑ	۱۰۹
غیر اسلامی ثقافتوں کا مقابلہ کس نے کیا	۱۱۰
حکومت صدر اول کی فتوحات کی خرابیاں	۱۱۴
تاریخ عالم سے نظائر	۱۱۹
اشوری سلطنت	"
ایران باستان	۱۲۰
یونان	۱۲۲
تاتاری اور تیموری فتوحات	۱۲۴
تیمور کی فتوحات نے توسیع مملکت اسلامی کو روک دیا	۱۲۷
عرب کے مسلمانوں کی فتوحات اور توسیع مملکت	۱۲۸
فتوحات سے نقصان	۱۳۳
ان فتوحات سے اشاعتِ اسلام نہیں ہوئی	۱۳۸
طلاق	۱۴۲
عدت	۱۴۶
تحریف قرآن	۱۴۹
حضرت جبرئیل علیہ السلام سے شیعوں کی دشمنی	۱۵۱
اونٹ کا گوشت	۱۵۲
مسئلہ بدا	۱۵۴
رجعت	۱۶۲

Marfat.com

دیباچہ

انسان کی فطرت بالکل نیک خصائل سے مرکب ہے۔ لیکن بُرے استعمال سے ہر ایک نیک خصلت اپنی ضد پیدا کر دیتی ہے۔ فطرتِ انسان ہی پر کیا منحصر ہے۔ دنیا کی ہر ایک شئے نہایت عمدہ ہے۔ لیکن بُرے اور بے جا استعمال سے بُری بن جاتی ہے۔ انسان کو جو تھوڑا سا اختیار دیا گیا ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔ تلاشِ حق کیسی عمدہ خصلت ہے لیکن بے جا استعمال سے یہ مذہبی عناد میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ بالکل تلاشِ حق کی ضد ہے۔ "طلوعِ اسلام کراچی کا مقصدِ زندگی اہلسنت وجماعت کی تفاسیرِ قرآن، احادیثِ رسولؐ اور بزرگانِ مذہب کی نکتہ چینی اور توہین رہا ہے۔ ماہنامہ فاران کراچی اس کا جواب نہایت متانت اور علمی تحقیقات سے دیتا رہا ہے بعض دفعہ اس شدت کو کم کرنے کے لئے "طلوعِ اسلام" کسی اور فریق کو بھی اپنے حملے کے لئے منتخب کر لیتا ہے تاکہ اس کے زعم میں اہلسنت وجماعت کے غم و غصہ میں کمی پیدا ہو جائے اور ان کی توجہ دوسری طرف ہٹ جائے۔ چنانچہ اس غرض کو مدِنظر رکھ کر دسمبر ۱۹۵۴ء کے "طلوع اسلام" میں ایک مضمون لکھا گیا جس کا عنوان تو یہ تھا: "اسلام

Marfat.com

پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات"۔ اور متن میں وہی اہلسنت وجماعت کی تفاسیر، قرآن وکتبِ حدیث پر نکتہ چینی۔ لیکن شیعوں پر سب وشتم کے اضافہ کے ساتھ۔ ہمارے دوستوں نے مجبور کیا کہ اس کا جواب لکھیں۔ جواب ہم نے لکھا اور نہایت مہذب زبان میں، تاریخی تحقیق کے ساتھ۔ اور اس بات کو مدِ نظر رکھا کہ "طلوعِ اسلام" کا مقصد پورا نہ ہو جائے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شیعہ سنی آپس میں خوب الجھیں اور ہم تماشہ دیکھیں۔ لیکن جواب تو جواب ہی ہوتا ہے۔ اگر باوجود ہماری کوشش کے کوئی بات ایسی قلم سے نکل گئی ہے جس کو حضرات اہلسنت پسند نہیں کرتے تو ہم معافی چاہتے ہیں۔ ہمارا روئے سخن ان کی طرف نہیں ہے آخر میں ہم ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ "طلوعِ اسلام" کا مضمون زیرِ بحث ضرور پڑھیں۔ تاکہ کسی کی عادتِ دشنام وہی اور ہمارا صبر سب پر عیاں ہو جائے۔ اور پھر بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ ؎

بروزِ حشر گر پرسند خسرو را چرا کشتی
چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

Marfat.com

اسلام پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات

مندرجہ بالا عنوان سے کراچی کے طلوعِ اسلام دسمبر ۱۹۵۴ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کے نیچے دو نوٹ اس طرح درج ہیں (از علامہ احمد امین استاذ کلیتہ الاداب بالجامعۃ المصریہ)
(ضحی الاسلام جلد اول کے ایک باب سے ماخوذ ہے) اس مضمون کا موضوع جیسا کہ اس عنوان کے نیچے ہی درج ہے یہ ہے کہ "عباسیوں کے زمانہ میں اسلام پر کون کون سی غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر پڑا اور یہ اثرات کن ذرائع اور اسالیب سے مسلمانوں کے اندر داخل ہوئے۔ ان خارجی ثقافتوں میں یہودی ثقافت اور نصرانی ثقافت زیادہ قابل ذکر ہیں اور مضمون کے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "عصر عباسی میں مسلمانوں میں یہودیت اور نصرانیت سے تفسیر، حدیث دینی طریقوں، عادات و رسوم وغیرہ میں کچھ کم چیزیں داخل نہیں ہوئیں اور اس عصر کی عام ثقافت کے عناصر میں سے یہودیت اور نصرانیت دو اہم عنصر تھے۔"

اس مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عیسائی یا یہودی عالم کا لکھا ہوا ہے جس کا مقصد اسلام کو بدنام کرنا ہے۔ اس مضمون

Marfat.com

تقریباً ان تمام نظریات کی تائید کی گئی ہے کہ جن کو شروع سے اب تک یورپ اور عرب کے غیر اسلامی مصنفین، مؤلفین اور مورخین اسلام کے خلاف شائع کرتے رہے ہیں۔ اس کی تصریح ہم کرتے ہیں۔

عنوان ہی سے لیجئے۔ "اسلام پر"۔ اسلام تو وہ تھا جو جناب رسولؐ خدا نے جاری کیا تھا۔ یہ کہنا کہ اسلام پر یہودیت و نصرانیت کا اثر ہے دوسرے الفاظ میں یہ کہنا ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے یہودیت اور نصرانیت سے متاثر ہو کر ان دونوں مذاہب کو اپنے اسلام کا ماخذ بنایا ہے۔ یہ وہی بات ہے کہ جو شروع سے اب تک غیر مسلم نکتہ چین کہتے چلے آئے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی ان کے اس اعتراض کا ذکر ہے اور اس کی تردید ہے۔ اگر یہ مضمون لکھنا ضروری ہی تھا تو کہنا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کے مذہب پر۔ لیکن چونکہ غیر مسلم مورخین اور محققین یہی کہہ کر لکھتے ہیں کہ اسلام پر یہودیت اور نصرانیت کا اثر ہے تو ان کے مقلد احمد امین یا ادارہ طلوعِ اسلام نے بھی یہی کہہ کر ان کی پیروی کی۔

جمہور مسلمین یعنی اہل سنت و جماعت کے مذہب کی بیخ و بن کو کاٹنا "طلوعِ اسلام" کا مقصدِ اول رہا ہے۔ ہمیشہ سے یہ کہتا رہا ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم غلط، تمام صحاح ستہ غلط۔ سب پر یہودیت و نصرانیت کا اثر ہے۔ ان کی احادیث غلط ان کی سب تفاسیر غلط۔ یہ سب غلط، تو اب مذہبِ اہل سنت و جماعت کس پر قائم رہے ہے؟

Marfat.com

سوائے اس کے کہ وہ جناب پرویز کی "معارف القرآن" کو الہامی کتاب سمجھے اور اس کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں رہا۔ صفحہ ۱۴۱ کے ایک نوٹ میں یہ الفاظ ملتے ہیں: "یہ قرآن اور رسول اللہ کی شانِ اقدس کے خلاف افسانہ طرازیِ صحاح (کتبِ احادیث) میں موجود ہے" صحیح بخاری اور صحیح مسلم افسانہ طرازی کر رہی ہیں۔ اور وہ بھی قرآن اور رسولؐ کے خلاف تو جمہور مسلمین کہیں گے کہ ع چہ نسبت یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیرِ ما طلوعِ اسلام کی برادری سے جواب ملے گا کہ "معارف القرآن" کی طرف جاؤ۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک نیا اسلام یہاں سے طلوع ہو رہا ہے لہذا یہ طلوعِ اسلام ہے۔ تفاسیر میں جو آدم کا قصہ درج ہے وہ بھی غلط یہ قصہ تو قرآن میں بھی درج ہے لیکن قرآن کے خلاف تو کچھ نہیں کہہ سکتے فرماتے ہیں کہ قصۂ آدم درحقیقت خود انسان کی سرگزشت ہے۔ یہ غلط ہے تو اب صحت کے لئے کہاں جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت پرویز کا ابلیس و آدم (نوٹ ۴۰) ہر ایک چیز کا (Allegorical.) یعنی مثالی و مجازی ہونا یہ سبق "طلوعِ اسلام" نے عیسائیوں سے سیکھا ہے جو موجودہ محرّف انجیل کے دوراز عقل قصّوں کو مجازی کہہ کر اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں مثلاً یوحنا کا مکاشفہ، توریت میں بھی حضرت آدم۔ ابلیس کا قصہ اسی طرح درج ہے جس طرح مسلمان مفسرین لکھتے ہیں اور توریت کو یہ نامہ نگار سچا اور غیر محرّف مانتا ہے۔ پھر شکایت کی کیا جگہ رہی۔ فاضل مضمون نگار کی رائے میں موجودہ تورات بالکل وہی ہے جیسی کہ نازل

Marfat.com

ہوئی تھی۔ تحریف فقط معانی میں ہوئی ہے اور اپنی رائے کی تائید میں کہتے ہیں کہ تورات کی نسبت قرآن شریف کہتا ہے کہ وہ متقین کے لئے موعظہ اور ہدایت ہے اور اس کے بہت سے احکام قرآنِ شریف میں لئے گئے ہیں۔ آگے چل کر اپنی اس رائے کی تائید میں کہتے ہیں: ائمہ حدیث، فقہ اور کلام کی ایک بڑی جماعت کا یہ خیال ہے کہ تبدیلیاں جو کچھ واقع ہوئی ہیں وہ تاویل میں ہوئی ہیں نہ کہ خود تنزیل میں۔ امام بخاری کا مذہب یہی ہے . . . . . . اسی مذہب کو امام رازی نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ تورات کے نسخے مشرق و مغرب میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں جن کی تعداد کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ یہ چیز عقلاً محال ہے کہ ان تمام نسخوں میں بالاتفاق تبدیل و تغیر کر دی جائے کہ ساری زمین پر ایک نسخہ بھی غیر محرف باقی نہ رہے اور پھر یہ تبدیلی ایک خاص طریقے پر کی گئی ہو کہ ان تبدیلیوں میں بھی کوئی اختلاف نہ ہو۔ یہ ایسی بات ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی بلکہ اس کے باطل ہونے کی شہادت دیتی ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی طرف سے یہودیوں کے خلاف استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین

جب صورت یہ ہے تو یہودیت یا نصرانیت کے اثر کی شکایت کیا۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو انجیل کی نسبت بھی یہی کہہ سکتے ہیں قرآن شریف نے اصلی انجیل کے لئے بھی یہی الفاظ کہے ہیں۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے

Marfat.com

جس ابتدائی زمانہ میں یہ تحریف ہوئی ہے اس وقت توراۃ و انجیل اس طرح مشرق و مغرب میں نہیں پھیلی ہوئی تھیں۔ صرف اُن کے علمائے مذہب کے پاس چند نسخے ہوا کرتے تھے اور وہ آسانی سے آپس میں مل کر ایک جگہ بیٹھ کر تحریف کر لیا کرتے تھے۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ یہ مضمون خود عیسائی و یہودی اثر سے نیچے لکھا گیا ہے اگر توریت اپنی صحیح حالت پر ہے تو اس میں تو وہی حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت لوط وغیرہ کے متعلق قصے ہیں جن کی نسبت شکایت کی جاتی ہے تو پھر بات کیا ہوئی۔ توریت اپنی صحیح حالت پر بھی ہے اور اس میں جو قصے ہیں وہ غلط ہیں تو اعتراض تو کہیں اور ہی جاتا ہے

مقصد تو ان کا یہ ہے کہ تمام اسلام کے فرقوں کو غلط اور گمراہ ثابت کر کے یہ ظاہر کریں کہ "طلوع اسلام" کی وہابیت ہی صحیح مذہب ہے یہ پرچہ شیعوں کے اتنا ہی خلاف ہے کہ جتنا اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ ان کی تمام تفاسیر و صحاح ستہ کو غلط ثابت کرنا اور بار بار یہ دعوے دہرانا کہ اب تک جو تفاسیر مسلمانوں کی لکھی گئی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ ان میں خرافات بھری ہوئی ہیں صحیح بخاری و صحیح مسلم سب یہودی و نصرانی ثقافتوں کے زیر اثر مرتب ہوئی ہیں۔ تیرہ صدیوں کے بعد صحیح معانی قرآن کا الہام صرف حضرت پرویز کو ہوا ہے اور صحیح تفسیر قرآن صرف اُن کی معارف القرآن ہے۔

جمہور مسلمین کی اکثریت سے ڈرتے بھی ہیں۔ ان پر پہلے تو نکتہ چینی کرتے ہیں۔ پھر ان کو اپنے زعم میں شیعوں پر سب و شتم کر کے خوش کرنا چاہتے

Marfat.com

ہیں۔ اگر یہودیت سے اثرات لینے کی وجہ سے شیعہ اس سب وشتم کے مستوجب ہوئے جو اس مضمون زیر بحث میں درج ہے تو باقی سارے مسلمانوں کے لئے بھی ایسے ہی سب وشتم کے الفاظ استعمال کرنے چاہیئے تھے۔ کیونکہ خود ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب مسلمان تیرہ صدیوں سے یہودی ونصرانی ثقافتوں کے زیر اثر غلط احادیث وغلط تفاسیر مرتب کرتے چلے آئے ہیں۔ جمہور مسلمین کو خوش کرنے کے لئے سب وشتم کے لئے تو شیعوں کو مخصوص کر لیا اور ایسے اشارے سے جو صراحت کے برابر ہے یہ بھی کہدیا کہ تم بھی ایسے ہی ہو جیسے شیعہ۔

یہی اعتراضات غیر مسلم اقوام اسلام پر کرتے ہیں

مضمون زیر بحث کے لکھنے والے نے جو اعتراضات مسلمانوں پر اور شیعوں پر کئے ہیں وہ پرانے ہیں۔ غیر مسلم اقوام یہی اعتراض کرتے آئے ہیں۔ خود آنحضرت کے زمانے کے لوگ یہ اعتراض کرتے تھے کہ قرآن شریف یہودیوں اور عجمیوں کے زیر اثر لکھا گیا ہے ملاحظہ ہو

قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾

سورۃ المومنون: ۸۲، ۸۳

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ... ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ الفرقان: ۴: ۵

Marfat.com

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىْ
يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِىٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيْنٌ (۱۰۳) سورۃ النحل

اعتراض احمد امین صاحب کا بھی یہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ انہوں نے قرآن کی جگہ تفسیر کا لفظ رکھ دیا ہے۔ شیعوں کی نسبت جو غیر مسلم مورخین کہتے ہیں احمد امین نے بھی وہی کہا۔ اگرچہ الفاظ میں غیر مہذب سختی ہے جو اہل علم کی شان کے شایاں نہیں۔ شیعوں کے متعلق یوروپین مورخین کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں۔ ایک فریق تو یہ کہتا ہے کہ شیعوں نے اپنے عقائد ایرانیوں سے لئے ہیں بلکہ یہ فرقہ ایران ہی میں پیدا ہوا اور ایرانی عقائد کا مجموعہ ہے۔ یہ لوگ اپنے دعوی کے ثبوت میں نصیریوں کے عقائد پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نصیریوں کی تثلیث کے حروف اول ع، م، س ہیں۔ ع سے علی، م سے محمد اور س سے سلمان فارسی مقصود ہیں۔ اس جماعت کے مشہور مصنفین ڈوزی (Dozy) اور سر ڈن (E.G. Browne) ہیں دیکھو E.G. Browne's Literary History of Persia, Vol. 1. PP 203 & 296. دوسری جماعت، جس کے نامور نمائندے (Wellhausen) اور نکلسن (Nicholson) ہیں۔ کہتے ہیں شیعوں پر یہودیوں کا اثر ہے اور ان کے عقائد یہودیوں کے مذہب سے ماخوذ ہیں دیکھو R.A. Nicholson's A Literary History of the Arabs PP.214,215,216.

اب بجائے اس کے کہ احمد امین صاحب کہتے کہ ع شد پریشان خوابِ من از کثرت تعبیرہا

Marfat.com

اپنے ملک یعنی مصر کی تاریخ سے متاثر ہو کر انہوں نے نتیجہ نکالا کہ جس طرح ہمارے ملک کے آبائے اولین یعنی مصری مسیحی پادری یہودیوں کے مذہب سے اثر پذیر ہوئے تھے اور عیسائیت میں یہودیت کو داخل کیا تھا۔ اسی طرح شیعوں نے کیا ہوگا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ غیر مسلم اقوام کے مصنفین اور مورخین نے کبھی شیعہ وسنی تنازعات اور ان کے جداگانہ معتقدات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ یہ تو یہی سمجھتے رہے کہ چند مذہبی رسومات کا فرق ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ان غیر مسلم مورخین نے مسلمانوں کی تاریخ کے بعض حصوں کو بالکل نہیں سمجھا۔ اور انہوں نے بالکل نظر انداز کر دیا کہ خلافت کے معاملہ میں آنحضرت کی زندگی ہی میں اور رحلت کے بعد تو بالکل صراحت سے مسلمان دو پارٹیوں میں تقسیم ہو گئے جن میں سے ایک پارٹی نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ان حالات میں جو اس وقت مدینہ میں تھے حکومت کو قائم رکھنا بہت مشکل تھا۔ جو ذرائع اپنی حکومت کے استقلال کے لئے انہوں نے استعمال کئے ان میں سے ایک پروپاگنڈا ہے اور تاریخ سے بہتر اور کوئی قسم پروپاگنڈا کی نہیں ہوسکتی۔ لہذا حکومت کی پارٹی نے اپنے زیر اثر اور اپنے احکام کے مطابق تاریخ لکھوائی ہے ظاہر ہے کہ وہ کیسی ہوگی۔ ایک پارٹی کی تصویر پیش ہوئی۔ خود مولوی شبلی مانتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے مورخین سنی ہوئے ہیں دیکھو المامون ص ۱۶ حالات اور واقعات حضرت امام رضا۔ جو حالات کہ اس وقت تھے اور بعد میں رہے اقلیت کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اپنی صحیح تاریخ لکھ سکتے اور اپنے معتقدات کی اشاعت کر سکتے یہ بہت بڑا حربہ تھا جو ہمیشہ اکثریت نے اقلیت کے برخلاف استعمال کیا۔ اس

Marfat.com

نے آئندہ کی نسلوں کو اور ان کے معتقدات کو ایک معین شکل دے دی۔ ان حالات کی تفصیل کے لئے ہمارا ضمیمہ البلاغ المبین اعنی البلاغ المبین حصہ سوم دیکھئے۔ اندریں صورت حق معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دوسری پارٹی کو بھی سنا جائے اور تصویر کا دوسرا رُخ دیکھا جائے۔ لیکن غیر مسلم مورخین نے یہ تکلیف برداشت کرنی ضروری نہ سمجھی اور اُن کو ضرورت بھی کیا تھی یہ تو ہمیشہ اپنی یورپ کی تاریخ میں منہمک رہے اور میں دیکھو مسٹر ٹوائن بی Mr. Toynbee نے کیسا عمدہ فلسفہ تاریخ لکھا ہے۔ دس ضخیم مجلدات ہیں۔ ان میں یورپ، اور یورپ کی کولونیز (Colonies) یعنی نو آبادیات کا ذکر تو تفصیل سے ہے۔ امریکہ کی گمنام تہذیبوں کی تاریخ میں بہت سے صفحات خرچ کئے۔ لیکن ایشیا کی تاریخ خصوصاً مسلمانوں کی تہذیب پر نہایت قلیل لکھا ہے نہ ہونے کے برابر۔ حالانکہ ان کے نظریات کے لئے نہایت عمدہ نظائر مسلمانوں کی تاریخ سے مل سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے شیعوں کی تحقیقات کی تکلیف نہیں اٹھائی جو کچھ اکثریت کی مشہور تاریخ میں لکھا دیکھا اس کی نقل کر دی۔ یہ بھی نہ سوچا کہ یہ تو فاتح پارٹی کی لکھی ہوئی ہے جس کا مقابلہ اور بسا اوقات مقاتلہ اقلیت سے رہا ہے اگر رومی کارتھیج کے متعلق، انگریز نپولین کے متعلق، روسی ہٹلر کے متعلق اور صلیبی یورپ مسلمانوں کے متعلق صحیح اور جذبات سے علیحدہ تاریخ نہ لکھ سکے تو یہ اکثریت اپنی اس اقلیت کے متعلق کیا صحیح باتیں لکھے گی۔ اگر فاضل احمد امین اسی طرح یورپین مورخین کی پیروی کرتے رہے تو وہ ان کو ایسی دلدل میں پھنسا دیں گے کہ جہاں سے نکلنا ناممکن ہو گا اور آخر کار ان کو کیں ن

کہنا پڑے گا کہ آنحضرت نے اپنا اسلام یہودی اور نصرانی کتابوں اور معتقدات سے اخذ کیا ہے۔ اور یہ بات تو انہوں نے اب بھی تقریباً کہہ ہی دی ہے قرآن کی بجائے تفسیر کو درمیان میں لے آئے۔

یورپین مصنفین کے اعتراضات اسلام پر

یہ بات ثابت کرنے میں ہمیں مشکل نہ ہوگی کہ مضمون زیر بحث یوروپین مصنفین کی تحریرات کے زیر اثر لکھا گیا ہے اور اس کے تمام خیالات کا ماخذ وہی ہیں۔ گولڈزیہر کا حوالہ تو صریحاً دیا گیا ہے۔ آگے چل کر ولہاسن کی رائے پر بھی اعتماد ظاہر کیا گیا ہے۔ مسٹر نکلسن اپنی تاریخ ادبیات عرب میں لکھتے ہیں:۔

The Islm which Muhammad brought with him to Medina was almost entirely derived by oral tradition from Christianity and Judaism and just for this reason it made little impression on the heathen Arabs, whose religious ideas were generally of the most primitive kind. Notwithstanding its foreign character and the absence of anything which appealed to Arabian National sentiment, it spread rapidly in Medina, where, as we have seen, the soil was already prepared for it; but we may well doubt whether it could have extended its sway over the peninsula unless the course of events had determined Muhammad to associate

Marfat.com

the strange doctrines of Islam with the ancient heathen sanctuary at Mecca, the Ka'ba, which was held in universal veneration by the Arabs and formed the centre of a worship that raised no difficulties in their minds ..he incorporated in Islam the superstitious ceremonies of the pilgrimage, ... and, as Goldziher has remarked, its (Islam's) originality lies not in its doctrines, which are Jewish and Christian, but in the fact that it was Muhammad who first maintained these doctrines with persistent energy against the Arabian view of life.

See A literary History of the Arabs by R.A. Nicholson. PP.176, 177.

See also the Age of Faith, Story of Civilisation, by Will Durant. PP.184 — 186

ترجمہ :- وہ اسلام جو محمدؐ مدینہ میں لائے تھے تقریباً سارے کا سارا عیسائی اور یہودی روایات پر مبنی تھا جو زبانی لوگوں میں جاری تھیں اور محض یہی وجہ ہے کہ کفارِ عرب پر اسلام نے اثر نہیں کیا کیونکہ کفارِ عرب کے مذہبی تخیلات بہت ابتدائی درجہ کے تھے اور یہ عیسائی اور یہودی روایات میں اعلےٰ مذہبی تخیل تھا۔ لیکن باوجود اس کے کہ یہ غیر عرب تھا اور اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو عرب کے قومی جذبات کو اپیل کرتی پھر بھی اسلام مدینہ میں عزت

کے ساتھ پھیلا جہاں زمین پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھی۔ لیکن یہ شبہ کرنے کے لئے کافی وجوہات ہیں کہ اگر محمدؐ اسلام کے عجیب نظریات کو مکہ کے قدیمی کفر کے مقدس مکان (کعبہ) کے ساتھ مربوط نہ کر لیتے جس کی عرب بہت تعظیم کرتے تھے اور جو ان کی عبادت کا مرکزی مقام تھا تو کیا پھر بھی اسلام اس سرعت کے ساتھ عرب میں پھیلتا۔ . . . . . انہوں نے اسلام میں حج کی توہماتی رسوم داخل کر لیں اور جیسا کہ گولڈ زہر نے کہا ہے اسلام کی جدت اس کے نظریات اور اعتقادات میں نہیں ہے بلکہ اس میں ہے کہ سب سے پہلے نہایت زور اور اصرار کے ساتھ ان نظریات کو محمدؐ نے عرب کے نظریۂ زندگی کے خلاف قائم رکھا۔

یورپین مصنفین اور احمد امین کے اعتراضات کی ایک ہی وجہ ہے

یہی عیسائیوں کے خیالات ہیں جو احمد امین نے اس مضمون زیر بحث میں ظاہر کئے ہیں۔ ان دونوں میں مطابقت اس وجہ سے ہے کہ دونوں کا منبع ایک ہے اور وہ منبع اسلام کی عداوت ہے موجودہ عیسائی مصنفین نے یہ عداوت اپنے جنگ ہائے صلیبی اور ان سے پہلے کی لڑائیوں میں شامل ہونے والے آباؤ اجداد سے لی ہے جن کا مقابلہ مسلمانوں سے براہِ راست تلوار سے ہوا تھا اور یہ اس زمانہ سے ہے جبکہ دمشق اور سپین مسلمانوں نے عیسائیوں سے فتح کئے تھے اور بیت المقدس کو یورپ کے حملہ سے بچایا تھا اور احمد امین صاحب اس عداوت کی نمائندگی کر رہے ہیں جو کفارانِ قریش و عرب کو اسلام اور محمدؐ سے تھی اور اب بہت سے منازل طے کر کے اس صورت میں ظاہر ہو رہی ہے اس کے

Marfat.com

منازل یہ تھے۔ پہلے اسلام سے عداوت ہوئی۔ ساتھ ہی اس کے اسلام کے بانی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی۔ پھر اس مجاہدِ اسلام یعنی علیؑ سے ہوئی جس کی تلوار سے کفر کی کمر ٹوٹی۔ اگر وہ تلوار نہ ہوتی تو اسلام زندہ نہ رہتا۔ اسلام کی زندگی علیؑ اور قرآن کے ساتھ مربوط تھی۔ علیؑ سے گزر کر وہ عداوت آلِ علیؑ تک پہنچی اور یہ وہ عداوت ہے جس کا مظاہرہ احمد امین صاحب کر رہے ہیں۔ یہ عداوت ان کی دونوں کتابوں فجر الاسلام اور ضحی الاسلام کی سطر سطر سے ٹپک رہی ہے۔ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ہاں اتنا کہنا ضروری ہے کہ عیسائی مصنفین اس عداوت میں بھی ان کے دوش بدوش ہیں۔ اس کا تذکرہ ہم آئندہ کریں گے۔ یہاں تو اتنا ہی ظاہر کرنا تھا کہ احمد امین اور عیسائی مؤرخین و مصنفین کی تحریرات کی ہم رنگی اسی مشترک عداوت کی وجہ سے ہے یہ ہم نہیں کہتے کہ جب یورپین مؤرخین و مصنفین یہ تحریرات لکھ رہے تھے تو ان کا براہ راست محرک یہ عداوت تھی یا احمد امین صاحب کی براہِ راست زیرِ لسٹر علیؑ کی عداوت تھی بلکہ انسانی دماغ اور اس کے مختلف شانوں کے جاننے والے جانتے ہیں کہ ایک واقعہ یا نظریہ یا خیال دماغ پر اثر ڈالتا ہے اور وہ اثر قائم رہتا ہے اگرچہ اثر پیدا کرنے والا واقعہ یا نظریہ یاد نہ رہے۔ انگریزی میں اس حالت کو Subconsciousness کہتے ہیں۔

احمد امین کی بحث

احمد امین صاحب نے اپنی بحث اس طرح قائم کی ہے

(۱) چند خیالات و رسومات یہودیوں میں پائے جاتے ہیں

(۲) یہودیوں اور مسلمانوں میں اختلاط تھا اور ان کا لوگوں نے آپس میں شادیاں

Marfat.com

بھی کر لی تھیں۔

(۳) وہی قصص و رسومات مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

(۴) یہودی مسلمانوں سے پہلے تھے۔

(۵) لہذا یہ قصص و روایات مسلمانوں نے یہودیوں سے لئے

جن روایات، اخبار، رسومات کی طرف احمد امین صاحب کا اشارہ ہے وہ دو قسم کے ہو سکتے ہیں (۱) ممکن ہے کہ سچے ہوں (۲) ممکن ہے کہ ان میں سے چند جھوٹے ہوں۔ جو سچ ہیں یعنی مستقل حقائق و اخلاقیات ہیں وہ کسی ملک کی مخصوص ملک نہیں ہیں اور جو جھوٹے ہیں ان کی نسبت یہ ثابت نہیں کہ وہ یہودیت یا نصرانیت سے لئے گئے مسلمانوں کے ساتھ کفار قریش کا اختلاط بہت زیادہ تھا اور انہوں نے بہت سے انبیاء کو بتوں کی فہرست میں داخل کر لیا تھا اور ان کے بت خانہ کعبہ میں آویزاں تھے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ان جھوٹی روایات، قصص کا ماخذ و منبع مسلمانوں کا بھی وہی تھا جو یہودیت و نصرانیت کا تھا یعنی سینہ بسینہ روایات و ہفوات ہم اپنی کتاب البلاغ المبین حصہ دوم اڈیشن دوم میں ثابت کر چکے ہیں کہ توراۃ و انجیل جو اب موجود ہیں لفظاً و معناً محرف ہیں اور ان کے جمع کرنے والوں نے ان میں وہ سب روایات اور افواہیں جمع کر لی ہیں جو اس وقت لوگوں میں رائج تھیں وہی روایات و افواہیں کفار عرب سنتے ہوئے تھے اور تفاسیر میں جو جھوٹی روایات ہیں ان کا ماخذ یہی عرب جاہلیت کی افواہیں ہیں

یوروپین مصنفین کا غلط استنباط

یوروپین مصنفین کی بحث کے ارکان بھی وہی ہیں جن پر احمد امین نے اپنی بحث قائم

59870

Marfat.com

کی ہے لیکن وہ بحث بھی غلط ہے اگرچہ اس کے دلائل اور ہیں۔ ان مصنفین کا خیال ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کی وحدانیت اور اس کے دیگر صفات کا تخئیل یہودیوں اور نصرانیت سے لیا ہے ان کی یہ بحث کچھ وزن رکھ سکتی تھی اگر وہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتے کہ قرآن شریف اور ارشاداتِ محمدؐ کا ماخذ و منبع وحی من اللہ نہیں ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ رسالتِ محمدیہ اور تنزیلِ قرآن کا دعوےٰ جب مسلمان کریں تو ان کو یہ امور ثابت کرنے ہوں گے لیکن یہ یوروپین مصنفین جب خود مدعی بن کر آتے ہیں اور ایک دعویٰ قائم کرتے ہیں کہ قرآن و احادیثِ صحیحہ کا ماخذ یہودیت اور نصرانیت ہے تو ان کو یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا ماخذ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ ماخذ وحی من اللہ ہے تو ہمارا یہ جواب قائم رہے گا۔ جب تک مدعی یہ نہ ثابت کرے کہ یہ ماخذ وحی من اللہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہودیت اور نصرانیت کے ان اعتقادات کا ماخذ بھی وحی من اللہ ہی بیان کی جاتی ہے تو ہمارے کہنے کے مطابق ایک ہی ماخذ ہو گیا اور جب ایک ہی ماخذ ہے تو وہاں سے نکلے ہوئے معتقدات بھی ایک ہی ہوں گے کیا ان لوگوں نے قرآن شریف کو غور سے نہیں پڑھا؟ وہ تو خود کہتا ہے توراۃ و انجیل خدا کی نازل کی ہوئی کتابیں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے یہود و نصاریٰ قرآنِ شریف میں اہل کتاب کہے گئے ہیں۔ لیکن موجودہ توراۃ و انجیل محرّف ہیں۔

طلوعِ اسلام کے مضمون میں فردگذاشتیں

طلوعِ اسلام کے مضمون زیرِ بحث

Marfat.com

دو فرو گذاشتیں بہت اہم ہیں اور ان کا ذکر ضروری ہے ایک تو یہ کہ یہ عنوانِ مضمون کی ہمہ گیر وسعت کا تقاضا تھا کہ ان تمام ثقافتوں کا ذکر ہونا چاہئے تھا جن کا اثر مسلمانوں کے معتقدات پر پڑا لیکن فاضل مضمون نگار نے صرف یہودیت و نصرانیت پر اکتفا کی۔ یہ تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ تہذیب و ثقافتِ زمانۂ جاہلیت کا ذکر ہونا چاہئے تھا۔ اس سے بھی اہم یونانی ثقافت تھی جس کو یونانی فلسفہ کہا جاتا ہے۔ اس نے مسلمانوں پر بہت ہی اثر ڈالا ہے جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے لیکن فاضل مضمون نگار نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ ایسے اہم امر کی فرو گذاشت صرف عمداً ہی ہو سکتی ہے۔ ثقافت کا لفظ ہی فلسفہ کا مترادف ہے ثقافہ کا مادہ ہے ث ق ف اور ثَقِفَ کے معنی دانا کے درج ہیں ثقیف مردِ زیرک و عقلمند کو کہتے ہیں اور ثَقَفَہٌ کے معنی ہیں: غالب آمد براو در دانائی۔ دیکھو منتہی الارب المنجد میں ثقافۃ کے معنی حذقہ و فہم بسرعۃ درج ہیں انگریزی میں لفظ Philosophy مرکب ہے دو اجزا سے (Philos' ophy) یہ یونانی زبان کے اجزا ہیں اور ان کے معنی محبت اور عقل کے ہیں Philosophy کے لفظی معنی ہوئے عقل کی محبت۔ گویا ثقافت لفظی ترجمہ ہے Philosophy کا اندریں صورت ہم کو امید تھی کہ یونانی فلسفہ کے اثر کا ذکر ہوگا۔ لیکن نہیں ہے۔ حالانکہ یونانی فلسفہ کا اتنا اثر ہوا کہ جس میں مسلمانوں کے بڑے بڑے فقہا ملوث ہو گئے یہ تذکرہ آگے آتا ہے۔

دوسری اہم فرو گذاشت یہ تھی کہ فاضل مضمون نگار یا اس کے مترجم نے آخری حصہ مضمون میں ان امور کا بیان لکھا ہے جن پر ان اجنبی ثقافتوں کا

Marfat.com

اثر ہوا۔ لیکن فہرست میں سے فقہ غائب ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت کے فقہ پر یونانی فلسفہ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ فقہ ہی مسخ ہو گیا۔ مسلمانوں کی اکثریت کے فقہ کو مرتب کرنے والے ائمہ اربعہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک پر اور ہر ایک کے فقہ پر اور ان کے علماء و حکماء پر یونانی فلسفہ کا بہت گہرا اثر تھا اور وہ چاروں فقہ اس اثر کے رنگ میں مرتب ہوئے ہیں۔ اس کو ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس مضمون میں ان امور پر اثر پڑنے کا تو ذکر ہو: شیطان نے کس جانور کی شکل میں جنت میں داخل ہو کر حضرت حوا کو بہکایا شجر ممنوعہ کیا تھا۔ عورت کی دورانِ حمل کی تکلیف اور وضع حمل کی سختی، سانپ کا رزق مٹی ہونا وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ اُمور جزوِ ایمان نہیں ہیں اور نہ ذکر ہو تو فقہ کا حالانکہ اس پر ہی صحیح اسلام کا انحصار ہے۔ اس بڑھتے ہوئے طوفان کا مقابلہ جس خداداد علم، قابلیت اور ہمت کے ساتھ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے کیا اس مضمون میں اس کے ذکر کی تو کیا اُمید ہو سکتی تھی۔ لیکن اگر کچھ نہیں تو بغرض تکمیلِ مضمون ہی سہی، اتنی توقع تو ہم کر سکتے تھے کہ کفر کے اس حملہ کا تو ذکر ہوتا۔ ذکر تو یہ بھی ہونا چاہیئے تھا کہ کون کون اس حملہ میں شکست کھا گئے۔ بہرصورت ان ساری مشکلات سے بچنے کا یہی سہل طریقہ اختیار کیا گیا کہ سرے سے اس کا ذکر ہی نہ ہو۔

ان تمام اُمور سے ظاہر ہے کہ اس اہم مضمون پر علمی بحث کرنا اس مقالہ کا مقصد نہ تھا بلکہ اس کے تو صرف دو مقاصد تھے ایک تو علمِ تفسیر و علم حدیث کی بُرائیاں بیان کر کے مسلمانوں کو ان کی طرف سے بدظن کرنا اور دوسرے

Marfat.com

شیعوں کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکانا۔ مقدم الذکر پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں اب مؤخر الذکر کی طرف توجہ مبذول کرتے ہیں۔

مضمون کا وہ حصہ جس میں شیعوں کی طرف توجہ مبذول فرمائی گئی ہے۔ وہ "طلوعِ اسلام" کے اس پرچہ کے صفحات ۴۱، ۴۲، ۴۳ پر ہے۔ اس حصہ مضمون کا نہایت عجیب مابہ الامتیاز یہ ہے کہ شیعوں کی طرف عجیب عجیب عقائد اور خیالات منسوب کیئے گئے ہیں۔ لیکن ان کے ماخذ کا حوالہ کہیں نہیں اتنا تو ضرور لکھنا چاہیئے تھا کہ فلاں فلاں عقائد ہم نے شیعوں کی فلاں فلاں کتاب عقائد سے لئے ہیں۔ ان حوالجات کا نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ مضمون علما کے لئے نہیں بلکہ جہلا کے لئے لکھا گیا ہے اور جہلا بھی وہ جو اس تحریر کو منزل من اللہ سمجھ کر اس کی صداقت پر ایسا ہی یقین کریں جیسا کہ وہ قرآن شریف کی صداقت پر کرتے ہیں

علامہ احمد امین نے اس حصۂ مضمون کو جو اس پرچہ طلوع الاسلام کے صفحہ ۴۱ پر درج ہے اور جو سب و شتم پیروانِ حضرت علیؑ سے بھرپور ہے اس طرح شروع کیا ہے کہ عقد الفرید میں شعبی کا وہ قول روافض کے متعلق درج ہے جو انہوں نے مالک ابن معاویہ سے بیان کیا تھا۔ اس کے آگے سے جذباتِ کینہ و حسد کا مظاہرہ نہایت غلیظ سب و شتم سے شروع ہوتا ہے پہلے ہم عقد الفرید اور شعبی کا ذکر کرتے ہیں۔

عقد الفرید۔ ابن عبد ربہ | ابن عبد ربہ جو عقد الفرید کا مؤلف ہے قرطبہ کا رہنے والا اور وہاں کے اموی بادشاہ ہشام ابن عبد الرحمن

گی ایک لونڈی کی نسل سے تھا۔ ہشام کا زمانہ ۷۸۸-۷۹۶ ہے ابن عبدربہ اموی خلیفہ ہسپانیہ عبدالرحمٰن ثالث کا درباری شاعر تھا اس نے ۹۴۰ء کے قریب عقدالفرید کو مرتب کیا تھا۔ یہ کتاب کسی خاص مضمون کے اوپر نہیں ہے بلکہ مختلف مضامین میں ۲۵ حصہ ہیں اور ہر ایک حصہ کا نام کسی جواہر پہ ہے بعض جگہ تو اس میں بہت ہی خرافات ہے۔ شعبی کی وفات اوائل آٹھویں صدی ہجری میں ہوئی تھی۔ دونوں کے زمانوں میں دو صد برس سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ اس روایت کی اسناد بالکل کم ہیں۔ ایسی صورت میں اس پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے

شعبی ابو عمرو عامر بن شراحیل بن عبد ذی کبار

یہ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے۔ سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے ۱۷ سنہ ہجری مطابق ۶۳۸ء سے لے کر ۳۱ سنہ ہجری مطابق ۶۵۱ء تک ولادت کے سال لکھے ہیں۔ سنہ وفات ۱۰۴ سنہ ہجری مطابق ۷۲۲ء ہے لیکن تہذیب المتہذیب میں ۱۰۹ سنہ ہجری لکھا ہے اور یہی سنہ وفات شہرستانی نے لکھا ہے۔ ان کی پرورش امویان دمشق کے دربار میں ہوئی عبدالملک بن مروان کی طرف سے کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ جب حجاج والی کوفہ اور اس کے افسر فوج عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے درمیان لڑائی ہوئی تو یہ شعبی عبدالرحمٰن کی فوج میں تھے دیر جماجم کی لڑائی پر جو ۱۵ ر جمادی الثانی ۸۳ سنہ ہجری مطابق ۲ ر جولائی ۷۰۲ء میں ہوئی عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی اور شعبی بھاگ کر رے کی طرف چلے گئے۔ حجاج نے کوفیوں سے بیعت لینی شروع کی۔ اس بیعت

Marfat.com

میں اپنے کفر کا اقرار کیا جاتا تھا اور جو انکار کرتا تھا اُس کو قتل کر دیا جاتا تھا شعبی کو رے سے بلایا گیا۔ آتے ہی دربار میں حجاج کو امیرالمومنین کہہ کر سلام کیا اس نے وہی کفر کی بعیت طلب کی۔ انہوں نے اپنے کفر سے اقبال کیا اور بعیت کر لی۔ رے میں یہ اس وجہ سے گئے تھے کہ حجاج نے اعلان کر دیا تھا کہ جو رے میں جا کر قتیبہ ابن مسلم کے پاس مقیم ہو گا اس کو امان ہو گی جو شخص اپنے کفر تک کا اقبال کرے۔ اس کے سچ بولنے کے امکانات ظاہر ہیں۔ برعکس اس کے کمیل ابن زیاد کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی دوستی کے جرم میں حجاج کے سامنے پیش ہوئے۔ حجاج نے کہا کہ تم علیؑ کو کیسا سمجھتے ہو۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی تعریف کی۔ حجاج نے کہا۔ اگر تم نے علیؑ سے بیزاری کا اعلان نہ کیا تو قتل کئے جاؤ گے۔ کمیل ابن زیاد نے جواب دیا "اے بنی ثقیف کے شخص۔ تو مجھ پر اپنے دانت نہ میں۔ ریت کے ٹیلے کی طرح تو مجھ پر کیوں گرتا ہے، بھیڑیے کی طرح دانت نہ دکھا جو کچھ تجھے کرنا ہے کر لے۔ کیونکہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے اور قتل کے بعد حساب کتاب ہو جائے گا۔" یہ سن کر حجاج نے ان کو قتل کرا دیا۔ ایمان۔ یقین و صداقت اس کا نام ہے۔ شعبی عبدالملک ابن مروان کے معتمد علیہ تھے۔ اس نے شعبی کو اپنا سفیر بنا کر شاہِ روم کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر عبدالملک کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ شعبی کے حالات کے لئے دیکھو۔

وفیات الاعیان ابن خلکان طبع جدید مصری الجزء الثانی۔

مراۃ الجنان یافعی حالات ۱۰۴ھ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن۔

Marfat.com

اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون جلد پنجم ص ۲۴۵، ۲۵۱
اُردو ترجمہ تاریخ طبری حصہ دوم جلد سوم ص ۳۳۱، ۳۴۵

شعبی نے شیعوں کے متعلق جو کہا ہے وہ ہم ابھی نقل کرتے ہیں علامہ شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں شعبی کو رجال شیعہ زیدیہ اور ان کے مصنفین میں سے لکھا ہے۔ ص ۳۱۹ یا تو یہ زیدی شیعوں کا نمونہ ہے یا علامہ احمد امین اور علامہ شہرستانی کی تحقیقاتِ علمی کا خاکہ ہے۔

اگر احمد امین کی نقل کردہ روایت صحیح ہے تو جناب شعبی شیعوں کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہیں۔ شیعوں کو حقارت آمیز لفظ رافضی سے بیان کرکے ان کی طرف کچھ اعتقادات منسوب کرتے ہیں ان کا بیان یہ ہے:۔

شعبی کے اعتراضات شیعوں پر

رافضیوں کا فرقہ بدترین فرقہ ہے جو دراصل اس اُمت کے یہود ہیں ——— کیونکہ

(ا) وہ اسلام سے بغض رکھتے ہیں جس طرح قومِ یہود، نصرانیت سے بغض رکھتی ہے۔

(ب) یہ لوگ نہ اسلام میں شوق سے داخل ہوئے اور نہ خوف سے بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بغض رکھنے اور ان پر ستم ڈھانے کے لئے اسلام کا جامہ پہنا ہے۔

(ج) ان رافضیوں ہی کو حضرت علیؑ نے آگ میں جلایا تھا۔

(د) یہودیوں نے کہا کہ حکومت آلِ داؤد کا حصہ ہے۔ رافضیوں نے

Marfat.com

کہا کہ خلافت آلِ علیؑ ابن ابی طالب ہی کا حق ہے۔

(ھ) یہودیوں نے کہا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد اس وقت تک نہیں ہو گا کہ جب تک مسیحِ منتظر کا خروج نہ ہو جائے اور آسمان سے ایک پکارنے والا نہ پکارے کہ اس کے ساتھ ہو کر جہاد کرو۔ رافضیوں نے کہا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک مہدیٔ منتظر کا خروج نہ ہو جائے جو آسمان سے ایک زینہ کے ذریعہ سے اُترے گا۔

(و) یہودی مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے ہیں حتٰی کہ ستارے اچھی طرح نہ نکل آئیں۔ یہی کچھ رافضی کرتے ہیں۔

(ز) یہودیوں کے نزدیک تین طلاقوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہی کچھ رافضی کہتے ہیں۔

(ح) یہودی عورتوں پر عدت ضروری نہیں سمجھتے۔ یہی کچھ رافضیوں کا خیال ہے۔

(ط) یہودی ہر مسلمان کے خون بہانے کو حلال سمجھتے ہیں رافضیوں کا بھی یہی خیال ہے۔

(ی) یہودیوں نے تورات میں تحریف کی ہے۔ ایسے ہی رافضی بھی قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔

(ک) یہودی جبرئیل علیہ السلام کی تنقیص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرشتوں میں وہ ہمارا دشمن ہے ایسے ہی رافضی کہتے ہیں کہ جبرئیل نے غلطی کی کہ علیؑ ابن ابی طالب کو چھوڑ کر محمدؐ کے پاس وحی لے گیا۔

(ل) یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے۔ ایسے ہی رافضی بھی نہیں کھاتے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کی طرف توجہ کرنے کا خاص مطلب ہے ورنہ عنوانِ مضمون تو یہ ہے کہ عباسیوں کے زمانہ میں اسلام پر کن غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر ہوا اور ذکر ہو رہا ہے۔ شعبی کے خیالات کا۔ شعبی تو عباسیوں سے بہت پہلے ہوا ہے۔ حضرت علیؑ کا رافضیوں کو جلانا اور عباسیوں کے زمانہ کے اثرات یہ کیا تعلق ہوا۔ مسئلہ بدا کی چھیڑ بھی ایسی ہی شوخی کا ایک نمونہ ہے تفصیل آگے آئے گی۔

یہاں تک تو امام شعبی کے علم و فضل کا مظاہرہ تھا وہ ختم ہوا تو اب امام احمد امین اپنے فرسِ طبع کی جولانی میدانِ فہم و فقہ میں اس طرح دکھاتے ہیں۔

احمد امین کے مزید اعتراضات

(م) یہودی مسئلہ بدا کے سخت مخالف ہیں لیکن شیعہ اس کے قائل ہیں۔

(ن) یہودی بھی رجعت کے قائل ہیں اور شیعہ بھی رجعت کے قائل ہیں۔

حقیقت تشیع و تشریح شیعہ

علامہ شعبی نے لفظ رافضی استعمال کیا ہے اگرچہ بعض بعض جگہ لفظ شیعہ بھی ہے لیکن مقصود ان ہی لوگوں سے ہے جن کو زمان و زبانِ حال میں شیعہ کہتے ہیں علامہ موصوف نے یہ مضمون جہلا کے مغالطہ کے لئے لکھا ہے ورنہ یہاں لفظ رافضی لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے۔

"تشیع صرف اتنا ہے کہ علیؑ سے محبت کریں اور ماسوائے شیخین

Marfat.com

کے دیگر صحابہ پر ان کو ترجیح دیں۔ غالی شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؑ کو شیخین پر بھی فضیلت دیتا ہے اس کو رافضی بھی کہتے ہیں اور اگر شیخین پر فضیلت نہ دے تو وہ صرف شیعہ ہے اور اگر اس کے ساتھ ہی کوئی شیخین پر لعن کرے اور ان سے دشمنی رکھے تو وہ غالی رافضی ہے اور اگر اس کے ساتھ ہی وہ رجعتِ امام کا بھی قائل ہے تو وہ غلوِ رفض میں بھی شدت کرتا ہے۔"

ثابت ہوا رافضی وہ ہے جو (۱) علیؑ سے محبت رکھتا ہے اور (۲) ان کو حضرات شیخین پر ترجیح دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں تمام شیعہ آگئے شاہ عبدالعزیز تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ زمانہ سابق میں شیعہ وہی کہلائے جاتے تھے جن کو آج کل اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب وشتم قبیح اور اظہار بیزاری ونفرت جو شیعوں کے خلاف ہو رہا ہے محض اس وجہ سے ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو حضراتِ شیخین پر فضیلت دیتے ہیں اور یہی سب وشتم قبیح راجع ہوتا ہے ان علمائے اہلسنت وجماعت پر جو فضیلت علیؑ کے زمانہ سابق میں قائل تھے اور ان میں سے بہت اب بھی ہیں۔

الزامات لگائے، د شیعہ اسلام کے دشمن ہیں اور عقیدۂ امامت یہودیوں سے لیا ہے مانا کہ یہ مضمون محض جہلا کے لئے اور ان کو شیعوں کے خلاف بھڑکانے کے لئے لکھا ہے لیکن آخر عقلِ انسانی تو ان میں بھی ہوتی ہے۔ ان کو عقل سے عاری کیوں سمجھ لیا گیا ہے شیعہ اسلام کے دشمن ہیں۔ کوئی ثبوت تو اس کا ہونا چاہیئے تھا۔ کوئی اس کی نظیر تو ہوتی۔ پس آپ نے کہا اور مان لیا گیا۔ ہم ابھی

Marfat.com

بتاتے ہیں کہ شیعہ کس کو کہتے ہیں۔ کب ان کی ابتدا ہوئی۔ یہ کس کے شیعہ تھے یہ تو حضرت علیؓ کے شیعہ تھے۔ جن کی تلوار سے اسلام قائم ہوا۔ جہاں دیگر افسرانِ فوج کو ناکامیابی ہوتی تھی وہاں علیؓ بھیجے جاتے تھے اور وہ فتح کر کے آتے تھے۔ کربلا میں شیعوں کے امام نے اسلام کو کفر میں متبدل ہونے سے بچا لیا۔ دمشق اور بغداد کے قید خانوں سے تو پوچھو کس کے امام وہاں آن کر رات رات بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے اور اپنے دشمنوں کو بھی ہدایت کی دعا دیتے تھے۔ دشمنانِ اسلام تو وہ تھے جنہوں نے ان کو قید کیا تھا جنہوں نے اولادِ رسول کو زہر و تلوار سے قتل کیا۔ اگر اس کی تفصیل کی ضرورت ہو تو ہماری نور المشرقین من حیاۃ الصادقین کا مطالعہ کرو۔ وہاں شیعہ اس اسلام کے خلاف تھے جس کو خواہشاتِ نفس اور حبِ مال و جاہ کی پیروی میں مسخ کر دیا گیا تھا۔

شیعہ کس کو کہتے ہیں اور انکی ابتدا

شیعہ کس کو کہتے ہیں۔ وہ کس کے عقائد کے پیرو تھے اور ہیں۔ ان کی ابتدا کب ہوئی۔ جنابِ رسولِ خداؐ ان کو کیا سمجھتے تھے۔

(۱) بروئے لغت

المنجد میں شیعہ کے یہ معنی لکھے ہیں: شیعۃ الرجل: اتباعہ و انصارہ .... و الشیعۃ الفرقۃ و تقع علی الواحد و الجمع مذکرا و مونثا قد غلب ھذا الاسم علی کل من یتولی علیا و اھل بیتہ حتی صار لھم اسما خاصا۔ یعنی کسی آدمی کے شیعہ ہونے کے

Marfat.com

یہ معنی ہیں کہ اس کے پیرو اور مددگار۔ شیعہ ایک فرقہ کو بھی کہتے ہیں یہ لفظ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مونث سب پر بولا جاتا ہے۔ زیادہ تر یہ لفظ ان لوگوں کے لئے استعمال ہوتا تھا جو علیؑ اور ان کی اولاد سے محبت کرتے تھے یہانتک کہ صرف ان ہی لوگوں کے لئے مخصوص ہو گیا۔

منتہی الارب۔ شیعۃ الرجل: پیروان و یاران مرد و گروہ، واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مونث دروے یکساں است و گروہے ہے از ہوا داران علیؑ و فاطمہ و اولادِ ایشان رضی اللہ تعالےٰ عنہم وھو اسم لہ خاصًا

قاموس: شیعۃ الرجل بالکسر و تبارعہ و انصارہ والفرقۃ علی حدۃ و یقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمونث وقد غلب ھذا الاسم علی من یتولی علیاو اھل بیتہ حتی صار اسمالھم خاصًا: ترجمہ اردو پہلے گزرا۔ عبارت وہی ہے۔

تاج العروس۔ کل قوم اجتمعو علی امرفھم شیعۃ وکل من عاون انسانا و یحزب لہ شیعۃ لہ یعنی وہ جماعت جو ایک امر پر متفق ہوں وہ شیعہ ہیں۔ ہر گروہ جو ایک شخص کی مدد کرے اور اس کے لئے جمع ہو جائے وہ اس کا شیعہ ہے۔

لسان العرب: الشیعۃ القوم الذین یجتمعون علی الامر وکل قوم اجتمعوا علی امر فھم شیعۃ ۔۔۔ واصل الشیعۃ الفرقۃ من الناس ویقع علی الواحد والاثنین والجمع والمذکر والمونث بلفظ واحد ومعنی واحد وقد غلب ھذا الاسم علی من یتوالی علیا واھل بیتہ رضوان اللہ علیھم اجمعین حتی صار لھم اسما خاصًا

ان لغات کے معنی سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ کی جماعت یا ان کے شیعہ ان کی زندگی ہی میں قائم ہو گئے تھے۔ کیونکہ نصرت و اعانت تو زندگی ہی میں ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد تو اعتقاد ہوتا ہے۔ اگر اس جماعت پر یہ تو یول

Marfat.com

کا اثر ہو سکتا تھا تو وہ مدینہ ہی کے یہودی ہوں گے۔ اس جماعت میں ابوذر غفاری۔ عمار یاسر، سلمان فارسی وغیرہم تھے۔ غالباً احمد امین یہ تو نہیں کہیں گے کہ ان بزرگواروں نے اپنے اعتقادات یہودیوں سے لئے تھے۔

(۲) بمعنٔے قرآن شریف قرآن شریف: هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ (سورۃ القصص ۲۸: ۱۵)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر بیضاوی میں درج ہے کہ ایک وہ تھا جس نے بنی اسرائیل میں سے موسیٰ کے دین کی متابعت کی تھی اور دوسرا وہ تھا جو موسیٰ کے دین کے مخالفین میں سے تھا۔ اور تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ایک مومن تھا اور دوسرا کافر۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (سورۃ والصافات ۳۷: ۸۳)

ترجمہ۔ اور یقیناً ان (نوح) ہی کے طریقوں پر چلنے والوں میں ابراہیم (بھی) ضرور تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیر جلالین لکھتے ہیں۔

ان من شیعتہ ای ممن تابعہ فی اصل الدین لابراھیم وان طال الزمان بینھما۔

یعنی ان من شیعتہ کا مطلب ہے کہ ان لوگوں میں سے جو حضرت نوح کے اصول دین کی پیروی کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم تھے۔ اگرچہ ان دونوں کے زمانوں میں بہت طویل عرصہ تھا۔

(۳) بمعنٔے حدیث رسول حدیث رسول۔ قرآن شریف کی ان آیات

Marfat.com

کی تفسیر میں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ط رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ

(البینہ ۹۸ : ۷،۸)

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر در المنثور الجزء السادس ص ۳۷۹ میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابن مردویہ عن عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ من اکرم الخلق علی اللہ قال یا عائشہ اما تقرئین ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریہ + واخرج ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان هذا وشیعتہ لهم الفائزون یوم القیامت ونزلت ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریہ فکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل علی قالوا جاء خیر البریہ + واخرج ابن عدی وابن عساکر عن ابی سعید مرفوعا علی خیر البریہ + واخرج ابن عدی عن ابن عباس قال کما نزلت ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیر البریہ قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم لعلی هو انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین مرضیین

Marfat.com

واخرج ابن مردویہ عن علی قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الم تسمع قول اللہ ان الذین آمنو وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ انت وشیعتک وموعدی وموعدکم الحوض اذا جثت الامم للحساب تدعون غرا محجلین

ترجمہ :- ابن مردویہ نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ اے خدا کے رسول خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ کون ہیں۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی :- ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ + ابن عساکر نے جابر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم جناب رسول خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؑ آئے۔ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ شخص یعنی علیؑ اور اس کے شیعہ روز قیامت فائز ہوں گے یہ آیت ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ نازل ہوئی۔ اس دن سے جب علیؑ آتے تھے تو اصحاب نبی کہتے تھے کہ وہ خیر البریہ آئے۔ ابن عدی وابن عساکر نے مرفوعاً ابوسعید سے روایت کی ہے کہ علیؑ خیر البریہ ہیں۔ ابن عدی نے ابن عباس سے روایت کی ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ نازل ہوئی تو جناب رسولِ خدا نے علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں اور روز

Marfat.com

قیامت تم اور تمہارے شیعہ راضیین ومرضیین ہیں۔ ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ علیؑ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ کیا تم نے خداوند تعالےٰ کا یہ قول نہیں سُنا کہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں

یہی روایت ترجمان القرآن میں بصفحہ ۵ ۳۷ مولوی صدیق حسن خاں نے ابوہریرہ سے نقل کی ہے اور اس پوری روایت کو ابن عباس سے حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیم نے اور فردوس الاخبار میں دیلمی نے نقل کیا ہے

(منقول از ارجح المطالب مؤلفہ عبید اللہ امرتسری)

ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں ابن عباس سے اس روایت کو آیہ ان الذین آمنو اوعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریہ کی تفسیر میں لکھا ہے دیکھو صواعق محرقہ الباب الحادی عشر فی فضائل اھل بیت النبوی الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیھم ص ۹۶ نیز لاحظ ہو اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ص ۲۳ ، کنزل العمال علی متقی الجزء الاول ص ۵۷

تاریخ طبری میں جنگ خوارج کے حالات میں زیر ۳۷ھ میں لکھا ہے لما قدم علی الکوفہ وفارقتہ الخوارج وثبت الیہ الشیعہ فقالوا فی اعناقنا بیعۃ ثانیۃ نحن اولیاء من والیت واعداء من عادیت... تاریخ طبری مطبوعہ مصر الجزء السادس ص ۳۶ یعنی جب حضرت علیؑ کوفہ آئے اور خوارج نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور شیعہ سب

Marfat.com

ثابت قدم رہے۔ پس شیعوں نے کہا کہ ہماری گردنوں میں آپ کی دو بیعتیں ہیں ہم ان کے دوست ہیں جو آپ کے دوست ہیں اور ان کے دشمن ہیں جو آپ کے دشمن ہیں۔

کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ میں بھی شیعوں کا یہ کلام لکھا ہے اور اس میں یہ جملہ بھی ہے فان قلوب شیعتک کقلب رجل واحد فی الاجتماع علی نصرتک حصہ اول ص ۱۲۲۔ یعنی آپ کے شیعوں کے دل آپ کی نصرت میں ایک قلب واحد کی طرح ہیں۔

شاہ عبدالعزیز اپنے تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں: فرقہ شیعہ اولی و شیعہ مخلصین کہ پیشوایان اہل سنت وجماعت اند بر روش جناب مرتضوی بودند یعنی فرقہ شیعہ اولی جو شیعہ مخلصین تھے وہ حضرت علی مرتضیٰ کے مذہب پر تھے۔ اور وہی اہل سنت وجماعت کے پیشوایان تھے۔

لفظ شیعہ کی تعریف وحدود واستعمال اور نیز احادیث رسولؐ و آیات قرآنی سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ شیعیانِ علیؑ زمانہ رسولؐ خدا سے ہیں۔

۲۔ وہ شیعہ حضرت علیؑ کے پیرو اور ان کے مذہب پر تھے۔ اور ان کے وہی عقائد تھے جو حضرت علی کے عقائد تھے۔

۳۔ شیعیان علیؑ ہی فرقہ ناجیہ ہیں۔ ان کے عقائد اور اعمال ایسے اچھے تھے کہ خداوند تعالیٰ نے انہیں خیر البریہ فرمایا۔

مسلمانوں کی فرقہ شیعہ سے علیحدہ ہونے کی وجہ | شاہ عبدالعزیزؒ

Marfat.com

کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی حیات میں فرقہ شیعہ علیحدہ ایک فرقہ تھا اور وہ اکثریت میں تھا۔ اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اکثریت میں سے باقی لوگ کیوں نکل گئے۔ اور یہ اکثریت اقلیت میں کیوں تبدیل ہو گئی۔ وہ کون سا عقیدہ درمیان میں آگیا جس نے یہ تفرقہ ڈال دیا اس سے ملا ہوا دوسرا سوال ہے کہ حضرت علی کا کیا عقیدہ تھا۔ کیا کوئی ایسا عقیدہ تھا جس کی وجہ سے لوگوں نے ان سے انحراف کیا۔

علامہ شہرستانی نے ان سات شبہوں اور بحثوں کا ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے امت میں اختلاف و گمراہی پیدا ہو سکتے ہیں اور آخر میں کہا ہے کہ یہ ساتوں بحثیں اور شبہات دو اُمور پر منتہی ہوتے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

یرجع جملتھا الی انکار الامر بعد الاعتراف بالحق والی الجنوح الی الھوی۔ فی مقابلۃ النص۔ دیکھو الملل والنحل الامام ابی الفتح محمد بن عبدالکریم الشہرستانی الجزء الاول ص ۷ لغایت ۹ مطبوعہ مطبع حجازی بالقاہرہ

ترجمہ:۔ یہ تمام (شیطان کی) بحثیں دو اُمور پر منتہی ہوتی ہیں (۱) ایک تو حق کا انکار، اس کے اعتراف کرنے کے بعد اور (۲) دوسرے نص کے مقابلہ میں اپنی خواہش کو ترجیح دینا۔

پھر اپنی کتاب کے مقدمۃ الرابعہ میں اکو اس طرح شروع کرتے ہیں۔

فی بیان اول شبھۃ وقعت فی الملۃ الاسلامیہ وکیف انشعا بھا ومن مصادرھا ومن مظہرھا وکما قررنا ان الشبھات التی فی آخر الزمان وھی بعینھا تلک الشبھات التی وقعت فی اول

الزمان، کذلک یمکن ان یقرر فی زمان کل نبی، ودور کل صاحب ملة وشریعت ان شبهات امة فی آخر زمانہ ناشئة من شبهات خصمائه اول زمانہ من الکفار والمنافقین، واکثرها من المنافقین وان خفی علینا ذلک فی الامم السالفہ لتمادی الزمان فلم یخف فی هذه الامة ان شبهاتها نشأت کلها من شبهات منافقی زمن النبی علیہ السلام اذلم یرضوا بحکمہ فیما کان یامر وینهی۔

ترجمہ: بیان ان پہلے اختلافات کا جو ملتِ اسلامیہ میں واقع ہوئے کس طرح ان کی شاخیں نکلیں۔ کون ان اختلافات کے پیدا کرنے والے تھے۔ کس طرح وہ ظاہر ہوئے۔ جیسا ہم نے کہا ہے آخر زمانہ کے شبہات بالکل وہی ہوتے ہیں جو اول زمانہ میں واقع ہو جاتے ہیں اور ممکن ہے کہ نبی کے زمانہ میں اور ہر صاحب ملت وشریعت کے دور میں ایسا ہی ہوا ہے کہ اس کی امت کے آخری زمانہ کے شبہات پہلے زمانہ کے جھگڑا کرنے والے کفار اور منافقین ہی کے شبہات سے پیدا ہوئے اور اکثر منافقین ہی کے شبہات سے نکلے تھے۔ اگرچہ زمانہ کے بُعد کی وجہ سے سابقہ امتوں کے یہ امور ہم پر اچھی طرح ظاہر نہ ہوئے ہوں لیکن ہماری امتِ اسلامیہ کے یہ امور ہم سے مخفی نہیں رہے کہ اس امت کے تمام شبہات جنابِ رسول خدا کے زمانہ کے منافقین کے شبہات سے پیدا ہوئے ہیں کہ جب وہ لوگ آنحضرت کے ان احکام ونواہی سے راضی نہ تھے جو آنحضرت صادر فرماتے تھے۔

Marfat.com

اس کے بعد علامہ موصوف نے ان تمام اختلافات کو بیان کیا ہے کہ جو آنحضرت کے دورانِ مرضِ موت اور بعد وفات صحابہ اولین میں واقع ہوئے تھے اور اس بیان کی تمہید اس طرح سے اٹھائی ہے کہ یہ اختلافات اجتہادیہ تھے جن کی غرض اقامت مراسم الشرع وادامۃ مناہج الدین تھی۔ ان میں سے پانچواں اختلاف امامت کا بیان کیا ہے۔ پہلے کے چار اختلافات یہ تھے۔

(۱) قضیہ قرطاس ودوات جب بوقتِ رحلت آنحضرت نے برائے تحریر وصیت دوات و کاغذ طلب کئے اور صحابہ نے دینے سے انکار کیا۔

(۲) تجہیز جیش اسامہ: آنحضرت نے جیش اسامہ مقرر کیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ فوراً اس میں شامل ہو کر چلے جائیں لیکن وہ نہ گئے۔

(۳) آنحضرت کی رحلت پر جناب عمر کا آپ کی موت سے انکار۔

(۴) اختلاف موضعِ دفن۔ آخر کار حضرت ابوبکر کے مشورہ سے آنحضرت جناب عائشہ کے حجرے میں دفن کئے گئے۔

یہ سب اختلافات علامہ شہرستانی کی رائے میں باعثِ اقامت شرع اور ادامت دین تھے۔ اگرچہ پہلے دو اختلافات خود آنحضرت سے تھے۔

پانچویں اختلاف کو علامہ شہرستانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

الخلاف الخامس فی الامامۃ واعظم خلاف بین الامۃ خلاف الامامۃ اذ ما سل سیف فی الاسلام علی قاعدۃ دینیۃ مثل ما سل علی الامامۃ فی کل زمان

(الجزو الاول ص ۲۰)

Marfat.com

اختلاف در مسئلہ امامت

ترجمہ۔ پانچواں اختلاف امامت میں تھا سب سے بڑا اختلاف امت میں امامت کا اختلاف تھا کیونکہ کسی اور اصولِ دینیہ کے متعلق اتنی خونریزیاں اور لڑائیاں نہیں ہوئیں جتنی اس مسئلہ امامت میں ہوئیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اُمتِ اسلامیہ کی فقط ایک ہی بڑی تقسیم ہے اور وہ مسئلہ امامت یا خلافت پر ہے۔ ایک فریق تو امامت بالنص کا قائل ہے۔ یہ شیعہ ہیں دوسرا فریق سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع پر منحصر رکھتے ہوئے امامت بالاختیار کا قائل ہوا۔ اصلی تقسیم امت اسلامیہ کی یہی ہے باقی فرقے ان کی شاخیں ہیں۔ دیکھو مروج المذہب سعودی مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۲۸

حضرت علیؑ کا عقیدہ امامت کے متعلق

اب دیکھنا یہ ہے کہ شیعیانِ علیؑ کا کیا عقیدہ تھا ظاہر ہے کہ ان کا وہی عقیدہ تھا جو حضرت علیؑ کا اعتقاد تھا۔ حضرت علیؑ کا یہ یقینی اعتقاد تھا کہ ان کو جنابِ رسولِ خدا نے اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ خلافت ان کا حق تھا سقیفہ بنی ساعدہ میں جو خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان کا حق نہیں تھا۔

تخلّف از بیعت ابی بکر

۱۔ اس پر تو تمام امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے تخلّف کیا اور ان کے ہمراہ دیگر بنی ہاشم نے بھی بیعت نہیں کی اور جب ان سے بعد تجہیز و تکفین رسول بیعت طلب کی گئی تو انہوں نے انکار کیا اور خانہ فاطمہ میں جمع ہو گئے۔ دیکھو تاریخ طبری الجزء الثالث ص

Marfat.com

۱۹۹، ۲۰۰، تاریخ ابی الفداء الجزء الاوّل ص ۱۵۶۔ تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۱۸۵، ۱۸۶، تاریخ ابن کثیر شامی الجزء الخامس ص ص ۲۴۶ وغیرہ وغیرہ وغیرہ

احتجاج در شوریٰ

جناب امیر علیؑ نے ہر موقعہ پر اپنا حق جتایا ہے اور ظاہر کیا ہے کہ خلافت صرف اُن کا حق تھا۔ جن لوگوں نے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ ان کا حق نہ تھا۔ اور نہ وہ اس کے اہل تھے۔ مجلس شوریٰ میں آپ نے جو احتجاج کیا۔ وہ سب کتب تواریخ میں درج ہے۔ آپ نے اپنے حقوق اور فضائل ایک ایک کر کے گنوائے تھے اور ہر فضل کے ذکر کے بعد فرماتے تھے کہ آیا تم میں کوئی ایسا ہے؟ اور وہ سب اقبال کرتے تھے کہ کوئی نہیں ہے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا تھا کہ جناب رسولِ خدا نے خلافت ان کے لئے مخصوص کر دی تھی۔

دیکھو: تاریخ طبری الجزء الخامس ص ۳۵ - ۳۸
تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۱۶۵، ۱۶۶
تاریخ حبیب السیر جلد اول جزو چہارم ص ۲۷، ۲۸
شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید الجزء الثانی ص ۴۰۹
کتاب الامامت والسیاست ابن قتیبہ ص ۲۲
شیخ سلیمان القندوزی بلخی مفتی اعظم قسطنطنیہ: ینابیع المودۃ
محمد بن یوسف الکنجی: کفایت الطالب
ابن المغازلی: کتاب المناقب

Marfat.com

اخطب خوارزم: کتاب المناقب
ابن حجر مکی: صواعق محرقہ۔ الباب التاسع فصل الثانی ص ۷۵
حضرت علیؑ کی اس گفتگو اور احتجاج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولوی شبلی اپنے المامون ص ۷ پہ لکھتے ہیں۔

"جب عبدالرحمٰن ابن عوف نے جو اس نزاع کے طے کرنے کے لئے ثالث مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ لیا تو حضرت علیؑ نے صبرِ جمیل کہا اور تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔"

دو الفاظ ملاحظہ ہوں "صبر جمیل" اور "تن بہ تقدیر"۔ صبر جمیل اس صبر کو کہتے ہیں جو مظلوم آدمی نہایت صریح و عظیم ظلم کے اندر اختیار کرتا ہے تن بہ تقدیر راضی ہو گئے۔ کیونکہ اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

حضرت عمر نے عبداللہ ابن عباس سے کئی دفعہ گفتگو اس موضوع پر کی ہے جس میں انہوں نے مندرجہ ذیل امور سے اقبال کیا۔

(ا) حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کا خیال تھا کہ لوگوں نے خلافت کو حضرت علیؑ سے محض ظلم و حسد کی وجہ سے لیا اور خود قبضہ کر لیا۔

(ب) حضرت علی کا یقین تھا کہ رسول اللہ نے خلافت ان کے لئے نص کر دی تھی اور وہ جانتے تھے کہ ان سے خلافت چھیننے میں ظلم و حسد سے کام لیا گیا ہے۔

(ج) اس وجہ سے وہ حضرت عمر سے غضبناک رہا کرتے تھے۔

(د) مرضِ موت میں آنحضرت نے دوات و کاغذ حضرت علیؑ کے لئے

Marfat.com

خلافت کی وصیت کرنے کے لئے طلب کیا تھا لیکن حضرت عمر مانع ہوئے۔
دیکھو: مولوی شبلی۔ الفاروق مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۰۸ء۔ حصہ اول
فٹ نوٹ ص ۲۰۴، ۲۰۵
تاریخ طبری الجزء الخامس ص ۳۰، ۳۱، ۳۲
ابن الاثیر: تاریخ کامل الجزء الثالث ص ۲۴، ۲۵
ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۹۷، ۱۱۴

استشہاد درحبہ

استشہاد درحبہ۔ ایک دن دوران خطبہ میں حضرت علی نے حاضرین کو خدا کی قسم دے کر کہا۔ کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جو روز غدیر خم موجود تھا۔ وہ نہ کھڑا ہو جو صرف یہ کہہ سکے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے خبر پہنچی ہے بلکہ وہ کھڑا ہو جس کے کانوں نے خطبہ رسول سنا ہو اور جس کے دل نے اس کو محفوظ رکھا ہو۔ اس پر سترہ اصحاب رسول کھڑے ہوئے جن میں خذیمہ بن ثابت، سہیل بن عدی، ابو ایوب انصاری۔ ابو سعید خدری وغیرہم تھے۔ حضرت علی نے کہا کہ اب تم سب بیان کرو جو تم نے اس دن رسولِ خدا سے سنا تھا۔ اس پر سب نے خدا کو حاضر و ناظر جان کر وہ سب واقعات دہرائے اور جناب رسولؐ خدا کا حضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر کرنا بیان کیا۔

علی متقی: کنز العمال الجزء السادس ص ۴۰۳ حدیث ۶۱۱۷، ۶۱۲۱
ص ۴۰۷ حدیث ۶۱۴۹، ۶۱۵۰
امام احمد حنبل: المسند الجزء الاول ص ۸۴، ۱۱۸، ۱۱۹، الجزء الرابع

Marfat.com

ص ۳۷۰۔ الجزء الخامس ص ۳۶۶
علی بن محمد بن محمد عبد الکریم الجزری : اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عن یعلی بن مرہ
ابن حجر عسقلانی : الاصابہ فی تمیز الصحابہ عن ابی الطفیل و ابی اسحاق
نور الدین علی بن ابراہیم الحلبی : سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۳۰۸
اسمٰعیل بن عمر المعروف بابن کثیر شامی ۔ البدایہ والنہایہ فی التاریخ الجزء الخامس ص ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲
جلال الدین سیوطی : تاریخ الخلفاء مطبوعہ مطبع مجتبائی ص ۱۱۹
وغیرہ وغیرہ

اس ساری بحث سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کا یقین تھا کہ خدا و رسولِ خدا نے ان کو جناب محمد مصطفےٰ کا جانشین منتخب کر لیا ہے اور خلافت ان کا حق تھا۔ خلافت بالنص ہوتی ہے نہ کہ لوگوں کی اپنی رائے سے۔ یہی عقیدہ شیعوں کا ہے۔ اسی عقیدۂ امامت کے باعث اُمتِ اسلامیہ کی تفریق ہوئی۔ لہذا باقی لوگ شیعوں سے اس وقت علیحدہ ہوئے جب یہ عقیدہ درمیان میں آیا۔ یہ عقیدہ کب آیا۔ یہ عقیدہ غدیرِ خُم والے دن اچھی طرح واضح ہو گیا اس دن تو تمام مسلمانوں نے علی سے بیعت بھی کر لی۔ طوعاً یا کرہاً اور مبارکباد بھی دیدی (حوالجات کے لئے دیکھو ہماری کتاب البلاغ المبین حصہ اول طبع ثانی صفحات ۷، ۹ تا ۳۶) سقیفہ بنی ساعدہ والے دن ان دونوں فرقوں میں علیحدگی مکمل ہو گئی۔ یہ ہے عقیدہ امامت کی صحیح تاریخ احمد امین نے اس کا رشتہ کس طرح یہودیوں سے ملا دیا۔ ایسے جوڑ توڑ کرنے

Marfat.com

والوں کے لئے کہا جاتا ہے کہ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔
اس عقیدہ کا باعث جناب رسولِ خداؐ کا غدیر خم والا اعلان تھا اور یہ عقیدہ رکھنے
والے حضرت علی مرتضیٰ اور تمام اہل بیت رسالت اور بنو ہاشم تھے احمد امین نے
اس کا باعث یہودیوں کی تقلید بتادی اور سمجھے کہ جہلا جو نبیوں اور نبیوں کی
اولاد سے دشمنی رکھنا سنت حسنیٰ سمجھتے ہیں آل داود اور آل محمدؐ کا نام سنتے
ہی بھڑک اٹھیں گے اور کہیں گے کہ آمنا وصدقنا

بنی اسرائیل کا عقیدہ امامت اور حکومت کے متعلق

اگر احمد امین فلسفہ تاریخ پر نظر کرتے اور لوگوں
کو اتنا جاہل نہ سمجھتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ واقعاتِ تاریخی مبنی ہوتے ہیں
فطرتِ انسانی پر یعنی واقعات کی تشکیل اور ان کی ابتداء اور انتہا کو فطرتِ
انسانی مرتب کرتی ہے۔ فطرتِ انسانی ایک مستقل شے ہے بعض دفعہ اس
پر خاص تعلیم یا خاص ذہنیت کا رنگ چڑھ جاتا ہے لیکن جب وہ اترا اور
ہمیشہ واقعات وحالات کی سختی اس کو ایسی ہی جلدی اتار دیتی۔ ہے کہ جس
طرح آگ کی تیزی سونے اور چاندی کے ملمع کو اتار دیتی ہے۔ تو پھر فطرت
انسانی اپنے اصلی رنگ میں آن کر ویسا ہی عمل کرنے لگتی ہے اگر واقعات ایک
طرح کے ہیں تو فطرتِ انسانی سے خواہ کسی ملک میں ہو یا کسی زمانہ میں ہو ایک
ہی طرح کے افعال سرزد ہوں گے اس میں یہودی اور مسلمان کی کوئی تخصیص نہیں
ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہودی نے مسلمان سے لیا یا مسلمان نے یہودی کی
تقلید کی۔ دونوں کا منبع عمل ایک ہی ہے یعنی فطرتِ انسانی۔ لہذا افعال

Marfat.com

بھی ایک ہی ہوں گے۔ اب ذرا یہود کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ یہ واقعات ہم نے تاریخ طبری۔ تاریخ کامل ابن الاثیر اور انگریزی تاریخوں سے لئے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی لکھی ہوئی تاریخ ایسی ہے کہ جس میں اس سے مختلف واقعات بیان کئے گئے ہیں تو ہم کو بتا دی جائے۔ ابھی تک تو کوئی تاریخ ایسی لکھی نہیں گئی۔ سنا ہے کہ احمد امین صاحب کے ملک یعنی مصر میں تاریخ سازی کا علم رائج ہو گیا ہے اگر اس علم کے ذریعہ سے تاریخ قدیمہ بدلی گئی تو پھر دیکھا جائے گا۔

بنی اسرائیل کے عقیدۂ امامت کی تشریح

جب ۹۲۵ء ق م میں حضرت سلیمان کا انتقال ہو گیا تو ان کی وصیت کے مطابق ان کا لڑکا رحبوہم Rehoboam ان کا جانشین مقرر ہوا۔ انبیاء میں یہی قاعدہ جاری تھا کہ ان کا جانشین ان کی وصیت کے مطابق ہوا کرتا تھا اور وہ اکثر ان کا لڑکا یا بھتیجا ہی ہوا کرتا تھا اسی قاعدہ کے مطابق حضرت داود نے اپنی اولاد کثیر میں سے اپنے چھوٹے بیٹے سلیمان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ دیکھو

تاریخ الکامل ابن الاثیر۔ الجزء الاول ص ۷۰، ۷۷، ۷۸

روضۃ الصفاء الجزء الاول ص ۱۳۴، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۱

قصص الانبیاء ثعلبی

اسلام کا نظام حکومت مولفہ حامد الانصاری ص ۱۰۷

حضرت عیسیٰ کی نسبت کہتے ہیں۔

از جملہ وصایائے عیسیٰ یکے آن بود کہ خدائے تعالے مرا امر فرمودہ

Marfat.com

است کہ شمعون را بر شما خلیفہ گردانم و حواریاں خلافت وے قبول کردند

روضۃ الصفا الجزء الاول ص ۱۸۴

مسعودی مورخ اس وصیت کی نسبت لکھتے ہیں:

فکانت الوصیۃ جاریۃ تنتقل من قرن الی ان ادی اللہ النور الی عبد المطلب و ولدہ عبد اللہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا موضع تنازع الناس فیہ من اھل الملۃ ممن قال بالنص و غیرھم من اصحاب الاختیار

مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۲۸

ترجمہ: پس اسی طرح یہ وصیت ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ تک منتقل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ خداوند تعالے نے اس نور کو صلب عبد المطلب میں اور صلب عبد اللہ والد محمدؐ میں ودیعت فرمایا۔ اب یہ وہ جگہ ہے جہاں اہل اسلام تنازعہ کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جماعت ہے جو نص امامت کی قائل ہے اور دوسرا گروہ خود امت کے اختیار کا قائل ہے۔

غرضکہ رحبوہم حضرت سلیمان کا جانشین ہوا۔ لیکن بنی اسرائیل کی اکثریت نے اس کو نہ مانا۔ وہ سختی سے اپنے باپ کے قدم بقدم چلنا چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حکومت صرف آل داؤد کا حق ہے نہیں ہم خود اپنا بادشاہ مقرر کریں گے اور انہوں نے اپنے میں سے Jeroboam کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا۔

اس انجادت کا نتیجہ یہ ہوا کہ متحدہ سلطنت بنی اسرائیل کے ٹکڑے ہو گئے

Marfat.com

بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے جس نے اپنا بادشاہ خود مقرر کیا تھا حضرت سلیمان کی اولاد کو قتل و غارت کرنا شروع کر دیا۔ آخر کار ہمسایہ سلطنتوں نے بنی اسرائیل کی اس پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں سلطنتوں کو فتح کر لیا اور یہود ایسے خانہ برباد ہوئے کہ آج تک آباد نہ ہوسکے۔ وہ بنو اسرائیل جو اولاد سلیمان کے حامی تھے مرکزیت قائم رکھنا چاہتے تھے اور اسی غرض کے لئے انہوں نے وصیت سلیمان پر عمل کیا۔ لیکن اکثریت نے ان کی نہ چلنے دی۔

Taylor's Ancient History, Chapter V, Section VI PP 97 to 114.

اب ناظرین خود نتیجہ نکالیں کہ کس نے کس کی پیروی کی

ازروئے عقیدۂ شیعہ امامت منحصر بر نص

ایک اور مغالطہ کی کوشش ملاحظہ ہو۔ احمد امین صاحب فرماتے ہیں کہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خلافت آلِ علیؑ کا حق ہے۔ معلوم نہیں کہ کس شیعہ نما شخص نے احمد امین کے کان میں کہہ دیا۔ بروئے عقائد شیعہ امامت کا انحصار حسب نصِ رسولؐ آلِ علیؑ میں نہیں بلکہ آلِ محمدؐ میں ہے اور وہ بھی وہ جو امام حسینؑ کی اولاد ہیں اور ان میں سے بھی محض وہ جن کے لئے وصیت کی گئی ہے ورنہ تو ان حضرات کی اولاد بہت ہوئی۔ آج دیکھئے کتنے لوگ

Marfat.com

اپنے تئیں سید کہتے ہیں شاید احمد امین بھی سید ہی ہوں۔ شہادتِ امام حسینؑ اور اُن کے انصار اور آئمہ اثنا عشر کے لئے مجالس عزا قائم ہوتی ہیں۔ ان کی اولاد میں سے ہر ایک کے لئے نہیں حالانکہ ان میں سے بہت ایسے ہیں جو نہایت ظلم و ستم کے ساتھ شہید کئے گئے۔ مثلاً زید ابن علیؑ ابن حسینؑ اور اُن کے فرزند یحیٰ کس ظلم و ستم و بد عہدی سے کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ ان واقعات کے لئے دیکھو ہماری کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین۔

(ج) حضرت علیؑ نے کن کو آگ میں جلوایا تھا

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ رافضی کس کو کہتے تھے۔ فرقہ حقہ شیعہ کو عبداللہ ابن سبا کے حوالہ سے طنزاً سبائیہ کہنا زیاد ابن ابیہ کی سنت ہے جب اس نے حجر بن عدی کو ان کی جماعت کے ساتھ ایک محضر پہ جھوٹی گواہیاں ثبت کر کے معاویہ حاکمِ شام کے پاس دمشق بھیجا تو اُن کو طنزاً فرقہ سبائیہ زابیہ سے تعبیر کیا تھا۔ معاویہ نے ان کو قتل کرا دیا۔ لیکن جب یہ مدینہ میں حضرت عائشہ سے ملے تو حضرت ام المومنین جناب عائشہ نے معاویہ کو بہت بُرا بھلا کہا اور حجر بن عدی کے قتل پر خوب ملامت کی اور خود معاویہ کو مرتے وقت تک اس کی ندامت رہی اور مرتے وقت کہتے تھے کہ ہائے میں نے کیوں حجر کو قتل کیا! اُن کے قتل کی وجہ سے میں عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ دیکھو

Marfat.com

تاریخ طبری عربی مطبوعہ مصر الجزء السادس حالات ۵۱ھ ہجری صفحات ۱۴۱ الغایت ۱۶۰

احمد امین کہتے ہیں کہ رافضیوں کو حضرت علیؑ نے جلایا تھا۔ لفظ رافضی سے وہی لوگ مراد لئے جائیں گے جن کی تعریف ابن حجر عسقلانی نے کی ہے یعنی صرف اتنا کہ وہ حضرت علیؑ کو شیخین پر فضیلت دیتے تھے۔ لیکن کسی تاریخ کی کتاب میں نہیں ہے کہ حضرت علیؑ نے ایسے لوگوں کو جلوایا تھا۔ یہاں تک کہ کتاب الملل والنحل شہرستانی میں بھی یہ ذکر نہیں ہے۔ السبئیہ کے ذکر میں بھی جن کو وہ اصحاب عبداللہ بن سبا کہتا ہے اُن کے جلائے جانے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ اس کتاب کے شارح شیخ احمد فہمی محمد نے کتاب الفرق بین الفرق کے حوالہ سے ایک فٹ نوٹ لکھا ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ ابن سبا نے علیؑ کے حق میں غلو کیا۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت علیؑ نبیؐ تھے بلکہ وہ ان کو خدا بھی کہنے لگا اور غلاۃ کوفہ میں اس عقیدہ کو پھیلانے کی کوشش کی جب حضرت علیؓ کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے حکم دیا کہ اس جماعت کے چند آدمیوں کو جلا دیا جائے۔ لیکن پھر حضرت علی کو ان سے خوف ہوا اور عبداللہ ابن سبا کو مدائن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی یہ نہیں کہے گا کہ حضرت کے متعلق شیعوں کے عقائد یہ ہیں جو عبداللہ ابن سبا کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

ہم کو تو ان الزامات میں بھی شبہ ہے جو عبداللہ ابن سبا کی طرف منسوب

Marfat.com

کیے جاتے ہیں۔ فقط طبری کی ایک روایت اس کے متعلق ہے اور وہ یزید الفقعی کی ہے۔ اس یزید کے علاوہ کوئی اور شخص عبداللہ ابن سبا کا نام نہیں لیتا اور یہ روایت بھی فقط اتنی ہے کہ عبداللہ ابن سبا کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی طرح محمدؐ بھی رجعت کریں گے۔ ہر ایک نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ جناب محمد مصطفیٰؐ کے وصی حضرت علیؑ تھے۔ وہی خلافت کے مستحق تھے۔ ان سے پہلے کے تین خلفاء نے ان کا حق غصب کیا تھا۔ یہ یہودی تھا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمان ہوا۔ اپنے خیالات لوگوں میں پھیلاتا تھا۔ اُس نے اپنی دعوت حجاز سے شروع کی۔ وہاں سے بصرہ اور پھر کوفہ گیا۔ ان مقامات پر اس کو کامیابی نہیں ہوئی تو یہ شام گیا لیکن شام سے لوگوں نے اس کو نکال دیا تو وہ مصر چلا گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ وہاں سے یہ اپنے خیالات تمام شہروں میں پھیلاتا تھا اور لوگوں کو حضرت عثمان کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا۔ آگے چل کر طبری لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے استفسارِ حالات کے لئے مختلف لوگوں کو مختلف مقامات پر بھیجا اور اُن کو تاکید کی کہ اُن کو حالات سے مطلع کریں۔ عمار ابن یاسر کو اس غرض کے لئے مصر بھیجا۔ اور تو سب لوگ تحقیقات کر کے واپس آگئے اور رپورٹ کی کہ وہاں کے سب لوگ وفادار ہیں اور کوئی مخالفت نہیں لیکن عمار ابن یاسر مصر سے واپس نہ آئے اور عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح نے خلیفہ کو مطلع کیا کہ عمار کی طرف تو لوگوں کا میل ہو گیا ہے اور انہوں نے اپنے گرد جماعت اکٹھی کر لی ہے

Marfat.com

دیکھو تاریخ طبری عربی مصر الجزء الخامس حالات ۳۵ھ ہجری ص ۹۶، ۹۹

عبداللہ ابن سبا کی شخصیت

عبداللہ ابن سبا کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ وہ کب اور کہاں فوت ہوا۔ روایت مندکرہ بالا میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عبداللہ ابن سبا نے حضرت علیؑ کے لئے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ کتاب الملل والنحل میں بھی شہرستانی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ عبداللہ ابن سبا حضرت علیؑ کو خدا کہتا تھا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ بعد میں جو فرقے پیدا ہوئے ان میں سے چند نے یہ دعویٰ کیا تھا۔ اگر عبداللہ ابن سبا یہ دعویٰ کرتا تو حضرت علیؑ اس کو سب سے پہلے جلواتے۔ کتاب الملل والنحل کے شارح کا یہ کہنا کہ بوجہ خوف کے حضرت علی نے اس کو نہ جلوایا بالکل غلط اور خلاف درایت ہے۔ امور دین میں حضرت علیؑ کسی کا خوف نہیں کرتے تھے اور پھر عبداللہ ابن سبا کی جماعت ہی بہت قلیل تھی۔ جمہور مسلمین اس کی طرف نہ تھے۔ اس کے جلنے سے تو لوگ خوش ہوتے بغاوت کون کرتا۔ جس زمانہ میں عبداللہ ابن سبا کا ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ اگر کسی مصلحت سے کسی شخص کا نام لینا مناسب نہ سمجھا جاتا تھا تو اس کے افعال و اقوال کو دوسرے کے نام سے منسوب کر کے بیان کیا جاتا تھا۔ مثلاً بنو امیہ کے زمانہ میں حضرت علی کا نام لینا خطرناک تھا تو اُن کے افعال و اقوال کو رجل من قریش یا ابو زینب کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا تھا۔ عبداللہ ابن سبا کی اس نامعلوم سی کیفیت کو دیکھ کر

Marfat.com

ہمارا خیال ہے کہ عبداللہ ابن سبا پر رکھ کر کسی مشہور صحابی رسول کے یہ افعال و اقوال بیان ہو رہے ہیں۔ اور اس پردہ کو زیادہ گہرا کرنے کے لئے ان میں ایسے اقوال کی آمیزش کر دی گئی ہے جو لوگوں کی نفرت کا باعث ہو۔ یہ کوئی صحابی رسول تھا جو برملا لوگوں میں یہ عقیدہ پھیلاتا تھا کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا۔ پہلے خلفاء نے ناحق اس پر قبضہ کر لیا۔ اس صحابی کی عظمت کی وجہ سے اس کا نام لینا مناسب نہ سمجھا گیا۔ اگر اس کا نام لیتے تو اس عظمت کی وجہ سے جو دربار رسول میں اس کو حاصل تھی، اس دعوی کو بہت تقویت پہنچتی لہٰذا اس کو عبداللہ ابن سبا نام دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ عبداللہ یہودی تھا۔ ممکن ہے کہ وہ صحابی عمار ابن یاسر ہوں۔ وہ بھی یمنی تھے عبداللہ کو بھی یمنی بنایا گیا۔ مصر میں عمار ابن یاسر مقیم ہو گئے اور وہیں سے اس عقیدہ کی تبلیغ کی۔ اس عقیدہ میں نہ تو الوہیت علیؓ کا ذکر ہے نہ یہ ذکر ہے کہ مرنے کے بعد وہ آکر اپنے دشمنوں سے بدلہ لیں گے۔

احمد امین نے ان تمام فرقوں کے عقائد کو جو کتاب الملل والنحل میں علیحدہ علیحدہ بیان کئے گئے ہیں ان سب کو ملا کر امامیہ شیعہ اثنا عشریہ کے سر تھوپ دیا۔ ایک نصیریوں کا فرقہ ضرور ایسا پیدا ہو گیا تھا جس کے وہ عقائد تھے جو اب عبداللہ ابن سبا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ان غدۃ سے خود حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ نے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ حضرت علی فرماتے ہیں ھلک فی رجلان محبٌ غالٍ و مبغض قالٍ۔ نہج البلاغہ الجزء الثالث ص ۲۶۴

اُن لوگوں کو جن سے حضرت علیؑ بیزاری ظاہر کریں۔ شیعۂ علیؑ نہ کہنا چاہیے ان غلاۃ کے بہت سے فرقے ہوگئے تھے۔ ان سب کا یہ اعتقاد مشترک ہے کہ انبیاء ائمہ اوصیا خدا ہیں۔ یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے۔ غلاۃ کے عنوان کے تحت میں مولوی نجم الغنی اپنی کتاب مذاہب الاسلام میں لکھتے ہیں:

ابوبکر باقلانی شاگرد ابوالحسن اشعری نے ملل ونحل میں لکھا ہے (اختلاف بین الائمہ فی تکفیر غلاۃ الروافض وھم الذین زعموا ان اللہ قد حل فی الانبیا ثم فی الائمہ۔ یعنی ائمہ میں اتفاق ہے اس بات پر کہ غلاۃ روافض کافر ہیں اور وہ وہ ہیں کہ یہ زعم کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء میں حلول کیا ہے۔ پھر ائمہ میں حلول کیا ہے۔ بحار الانوار کی دسویں جلد میں علل الشرائع سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے غلاۃ اور مفوضہ پر لعنت کی ہے اور شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی اثناعشری کہتے ہیں کہ غلاۃ اور مفوضہ کافر ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور مجوس اور ترسا اور آتش پرست اور قدریہ اور حروریہ اور جبریہ اور سب اہل بدعت مذہب باطلہ سے بدتر ہیں۔ ابوہاشم جعفری سے مروی ہے کہ میں نے جناب امام رضاؑ سے پوچھا کہ غالی کیسے ہیں فرمایا کہ کافر ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو شخص ان سے مجالست اور ہم نشینی اور مخالطت کرے گا یا اُن کے ساتھ کھائے گا یا پئے گا یا ان کے

Marfat.com

ساتھ مناکحت یعنی باہم دیگر نکاح کرے گا یا کسی طرح کی اُن سے
رعایت کرے گا یا بہ نسبت عمل میں لائے گا یا اُن کو امانت دار قرار
دے گا یا اُن کی امانت اپنے پاس رکھے گا یا اُن کے کلام اور بات کی
تصدیق کرے گا یا ان کی اعانت کرے گا اگرچہ کلمہ کے ساتھ ہو یا
بعض کلمہ کے ساتھ تو وہ شخص ولایت و دوستی خدائے عزّوجل اور
ولایت و دوستی رسولؐ خدا اور آنحضرت کے اہلبیت سے باہر
ہو جائے گا۔

ثابت ہو گیا کہ شیعیان علیؑ اور ہیں اور غلاۃ اور ہیں۔ غلاۃ سے حضرت علیؑ
اور ائمہ علیہم السلام نے بیزاری ظاہر کی ہے اور ان کو کافر کہا ہے۔ یہ ہمیشہ مدنظر
رکھنا چاہیئے کہ غلاۃ کون ہیں اور شیعہ کون ہیں۔ غلاۃ محض اس وجہ سے کافر ہیں
کہ وہ حضرت علیؑ اور دیگر ائمہ کو خدائی پر پہنچاتے ہیں۔ شیعہ اُن کو محض امامت و
خلافت کے درجہ تک ہی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلافت محض اُن کا حق تھا۔
اور اُن کے ہوتے ہوئے کسی اور کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ خلافت پر قبضہ کریں۔
یا بالفاظ دیگر خلافت بالنّص تھی نہ کہ بالاختیار۔ لیکن احمد امین نے دونوں کے
معتقدات کو خلط ملط کر کے سب کو شیعیان علی کے سر تھوپ دیا۔ واقعی جہلاء
اس سے مغالطہ میں پڑ گئے ہوں گے اور یہی اُن کا مقصد تھا۔ حضرت علیؑ نے
اُن کو سزا دی تھی جو علیؑ کو خدا کہتے تھے۔

Marfat.com

جہاد جہاد کو یورپین مورخین و مصنفین نے خلافتِ صدرِ اوّل کی لڑائیوں کی وجہ سے بہت بدنام کیا ہے۔ دراصل مسلمانوں سے جواب ساری غیر مسلم دنیا کو نفرت ہے وہ ان ہی لڑائیوں کی وجہ سے ہے ایسی لڑائیوں کو جو محض مالِ غنیمت اور ملک کے حصول کے لئے کی جاویں۔ امپیریلزم کا ایک رُکن سمجھتے ہیں اور ان کو بُرا جانتے ہیں لیکن وہ کوشش جو اپنی چیز یا مکان یا زمین یا ملک کو بچانے کے لئے کی جائے اگرچہ جہاد بالسیف کی حد تک ہو یہی نہیں کہ مستحسن ہے بلکہ واجب ہے۔ اگر کوئی شخص جبراً میرے مکان پہ قبضہ کرنا چاہے تو عقل اور قانون دونوں مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اُس کے بچانے میں اپنی طاقت استعمال کروں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں اپنا مکان بچانے کے لئے حضرت مہدی موعود کے ظہور کا منتظر رہوں۔ یا مکان حملہ آور کے حوالہ کر کے اُس سے کہوں کہ لو اب تو مکان لے لو۔ جب ہمارے امام ظہور کریں گے تو ہم آکر تم سے لے لیں گے۔ دیکھئے پہلی جنگ عظیم میں عراق کے شیعہ اپنے علماء کے فتووں کے بموجب ترکوں کی فوج میں بھرتی ہو کر حملہ آور غنیم سے لڑے تھے اور حلب کی طرف کے رہنے والے شیعہ ایران بھی عثمانی ترکوں کے ساتھ ہو کر لڑے تھے اور اب بھی کشمیر کی جنگ میں جو پاکستان کا ایک حصّہ سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے [illegible] پاکستانی رضاکاروں میں شامل ہو کر غنیم سے لڑے تھے۔

چونکہ جہاد کے متعلق بہت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ حکومت صدرِ اوّل

Marfat.com

کی لڑائیوں کی وجہ سے یہ لفظ بہت بدنام ہو چکا ہے لہٰذا اس پر تفصیلی بحث بہت ضروری ہے۔ امور مندرجہ ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) وہ جہاد جس کی تحریص قرآن شریف میں ہے اور جس کی تفصیل و تشریح جناب علیؑ مرتضےٰ نے نہج البلاغہ میں کی ہے کب ضروری ہے اور اس کے اصول کیا ہیں۔

(۲) جناب رسولؐ خدا کے جہاد قرآنی اصول کے مطابق تھے اور اسی طرح حضرت علیؑ کے جہاد تھے۔

(۳) خلافت صدر اوّل کی لڑائیاں سیاسی وجوہ کی بنا پر حصولِ غنیمت و مملکت کے لئے تھیں۔ مذہب کے لئے نہ تھیں۔

(۴) ان لڑائیوں کی وجہ سے تبلیغِ اسلام میں بہت رکاوٹ ہوئی۔

(۵) فتوحات اور توسیعِ مملکت جو خلافت صدر اوّل کے وقت میں ہوئیں، اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت ضرر رساں تھیں۔

جہاد بروئے قرآن و عملِ رسولؐ و وصیٔ رسولؐ

قرآن شریف میں جہاد کے فقط دو مقصد بتائے گئے ہیں۔ ایک تو کُفّارِ مکّہ سے بطور قصاص کے اور دوسرے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے۔ بجبر تلوار کے ذریعہ سے اسلام پھیلانا بالکل منع ہے۔ اس امتناع کے لئے یہ آیت کافی ہے۔

Marfat.com

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (پارہ ۳ سورۃ البقر رکوع ۳)

یعنی دین کے معاملہ میں جبر و اکراہ نہیں ہے۔ ہدایت ظاہر ہوگئی ہے گمراہی سے۔ کفار مکہ سے جو قصاص لینے کا حکم ہے وہ اس آیت میں ہے: وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ پارہ ۲ سورۃ البقرع ۲۴۔ یعنی قتل کرو تم ان کو جہاں پاؤ اور اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دو جس طرح انہوں نے تم کو گھروں سے نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ برا ہے۔ یورپین مؤرخین جو ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے ہیں اور جن کی پیروی **طلوع اسلام** والے مضمون کے نامہ نگار کرتے ہیں۔ اعتراضاً کہتے ہیں کہ جب تک آنحضرت مغلوب رہے اور کفار مکہ میں غالب رہے تو آنحضرت نے کہہ دیا کہ لا اکراہ فی الدین اور جب کفار مغلوب و کمزور ہو گئے تو کہہ دیا کہ ان کو تم مار دو جہاں تم ان کو پاؤ۔ دراصل یہ اعتراض نتیجہ ہے اُس تفسیر کا جو مسلمان مفسرین نے اپنی ناسمجھی کی وجہ سے کی ہے اور فرما دیا ہے کہ پہلی آیت کی منسوخ دوسری آیت ہے۔ یہ غلط ہے۔ یہاں ناسخ و منسوخ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ دونوں آیات بذات خود قائم ہیں اور درست ہیں فقط سمجھ کا پھیر ہے۔ دوسری آیت صاف بتا رہی ہے کہ یہ مقاتلہ بطور بدلہ کے ہے۔ اور کفاران قریش کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے مسلمانوں کو اور آنحضرت کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا جس طرح انہوں نے تم کو نکالا اب تم بھی ان کو نکال دو۔

Marfat.com

اس میں اگر خونریزی ہو تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو فتنہ پیدا کریں گے اور فتنہ قتل سے زیادہ برا ہوتا ہے۔ دراصل ان سے تو اس وقت ہی سے حالتِ جنگ تھی جب سے انہوں نے مسلمانوں کو اور آنحضرتؐ کو ہجرت پر مجبور کیا تھا۔ اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے عیسائی مورخین کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کا یہ موجب تھا کہ پیغمبرِ اسلامؐ نے ابوسفیان کے تجارتی قافلہ پر جو شام سے آرہا تھا بغیر کسی وجہ کے حملہ کر دیا۔ بغیر وجہ کے وہ حملہ نہ تھا اور بھی کئی وجوہات تھیں اور ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ اُن سے حالتِ جنگ پہلے ہی سے قائم تھی۔ خلافت صدر اول کی لڑائیوں کی محرک یا باعث یہ آیت نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ ایرانیوں اور بازنطینیوں نے مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نہیں نکالا تھا۔ ہمارے اس خیال کی مؤید وہ روایت ہے۔ جو جناب عبداللہ ابن عمر سے صحیح بخاری میں منقول ہے۔ کسی نے ان سے اس آیت کے معنی پوچھے۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ یعنی ان (کفار قریش) سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور دین تمام تر اللہ کے لئے ہو جائے۔ عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ یہ کیفیت آنحضرتؐ کے زمانہ میں تھی جب اسلام کمزور تھا۔ آدمی اپنے مذہب کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا تھا، لوگ اس کو قتل کر دیتے تھے۔ اب جب اسلام ترقی کر گیا تو کوئی فتنہ نہیں رہا۔ دیکھو سیرۃ النبی شبلی، حصہ اول جلد دوم صفحہ ۸، تقطیع کلاں۔ تمام قرآن شریف کو پڑھ جاؤ۔ کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ غیر

Marfat.com

ملک کے عیسائیوں اور کافروں پر تم چڑھائی کرو۔ وجہ صاف ہے۔ انہوں نے مسلمانوں پر چڑھائی نہیں کی تھی۔ ان کو قتل نہیں کیا تھا۔ جلاوطن نہیں کیا تھا۔ رئیسِ موتہ نے جتنا کیا تھا اتنی سزا اس کو دے دی گئی تھی۔ نظیر کے طور پر بتا دیا گیا کہ اگر کوئی بلا وجہ تمہارے ملک پر چڑھائی کرے تو پھر تم بھی اس سے جنگ کرنا۔ یہ دفاعی جنگ ہوگی۔

یہ آیت وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ سورۃ الانفال ع ۵ میں بھی دُہرائی گئی ہے۔ وہاں بھی اس کا منشاء ان ہی کفارانِ قریش سے ہے جنہوں نے پہلے اذیتیں پہنچائی تھیں اور تکلیفیں دی تھیں کیونکہ اس سے پہلے کی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دے اے رسولؐ ان کافروں سے کہ اگر وہ اپنے افعال سے باز آجائیں تو جو ہو چکا ہے وہ معاف کر دیا جائے گا اور اگر پھر وہی حرکات کرنے لگیں گے تو اگلے لوگوں کا جو طریق جاری ہو چکا ہے' وہی ان کے ساتھ برتا جائے گا۔ اپنے افعال سے باز آجائیں' اس کا یہی مطلب ہے کہ تکلیفیں نہ دیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت نہ کریں۔ کہیں یہ حکم نہیں ہے کہ تم غیر ملک کے کافروں اور یہودیوں اور عیسائیوں پر چڑھائی کرو۔ درآنحالیکہ انہوں نے کوئی وجہِ مخاصمت نہ پیدا کی ہو۔ کمزور ہمسایوں پر محض ان کی کمزوری یا دولت کی وجہ سے حملہ کرنے کی ترغیب مذہبِ اسلام میں نہیں ہے اور اس کے معنی جہاد فی سبیل اللہ کے نہیں ہیں۔ ان معانی کو مدِنظر رکھ کر کوئی تضاد ان دونوں آیتوں میں نہیں ہے۔ جو وجہ ناسخ و منسوخ کی بتائی جاتی ہے اس سے موقع پرستی

Marfat.com

کا الزام عائد آتا ہے۔ حالت کمزوری میں تو کہہ دیا کہ لا اکراہ فی الدین ہے اور جب طاقت پیدا ہو گئی تو اس اصول کے خلاف دوسرا قاعدہ جاری کیا کہ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ یہ تو بہت غلط تاویل ہے اور اس سے اسلام پر الزام عائد ہوتا ہے اور ایک عمدہ اصولِ اخلاق و مذہب خراب ہوتا ہے۔ حکم منسوخ ہو سکتا ہے اصول منسوخ نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک دن تو یہ اصول قائم کر دیا کہ دوسروں کی امانتیں واپس کر دینی چاہئیں - یہ ایک اصول ہے۔ دوسرے دن کہہ دیا کہ دوسروں کی امانتیں واپس نہ کرو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کہ امور دین میں اکراہ و اجبار نہیں ہے ایک اصول ہے - اب یہ اصول قائم ہو گیا۔ یہ نہیں منسوخ ہو سکتا۔ اصول حق پر مبنی ہوتے ہیں اور حق کبھی منسوخ نہیں ہوتا۔ وہ آیات جن میں حکم دیا گیا ہے منسوخ ہو سکتی ہیں - وہ آیات جن میں حق بیان کیا گیا ہے منسوخ نہیں ہو سکتیں۔

امام راغب نے جہاد کی تعریف یہ کی ہے: الجہاد استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو (المفردات فی غریب القرآن صفحہ ۱۰۱ لفظ جہد) یعنی انتہائی قوت سے حملہ آور دشمن کی مدافعت کرنا جہاد ہے۔ اسلامی فقہ و شریعت میں اسلام کا مفہوم جہاد یہی ہے کہ دشمن کو دفع کیا جائے۔ دشمن پر پہلے بغیر وجہ کے حملہ کرنا اسلامی اخلاق و شریعت کے خلاف ہے۔ حضرت علیؑ کا دستور حالتِ جنگ میں بھی یہی تھا کہ خود دشمن پر پہلے حملہ نہیں کرتے تھے۔ جب وہ حملہ کر لیتا تھا تو اس کا حملہ روک کر پھر خود حملہ کرتے تھے۔

Marfat.com

مولوی شبلی نے صراحت کی ہے کہ اسلامی شریعت میں جہاد کیسا ہوتا ہے اور جناب رسولؐ خدا کے جہاد کیسے تھے۔ جنگِ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"اسلام کا اصلی مقصد تبلیغِ دعوت ہے۔ اب اگر کوئی قوم اس دعوت کی سدِّراہ نہ ہو تو اسلام کو نہ تو اس سے جنگ ہے نہ اس کے رعایا بنانے کی ضرورت ہے۔ صرف معاہدۂ صلح کافی ہے جس کی بہت سی مثالیں اسلام میں موجود ہیں۔ لیکن جب کوئی قوم خود اسلام کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اس کو مٹا دینا چاہے تو اسلام کو مدافعت کے لئے ہاتھ میں تلوار لینی پڑتی ہے اور اس کو اپنے زیرِ اثر رکھنا پڑتا ہے۔" (سیرۃ النبی حصہ اوّل جلد اوّل تقطیع کلاں صفحہ ۳۵۲)

اس معیار پر عراق و شام کی لشکر کشی پوری نہیں اترتی۔ لہٰذا وہ شریعت اسلامی کے خلاف تھی۔ اسی وجہ سے علماء اسلام نے اس لشکر کشی کو ناجائز قرار دے کر اس یورش سے جو ممالک فتح ہوئے ہیں ان کو غصب شدہ جائداد سمجھا ہے دیکھو خطیب کی تاریخ بغداد المجلد الاوّل صفحہ ۹۔

کئی امور سے قطعی فیصلہ اس امر کا ہو جاتا ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے دوسروں کے ملک فتح کرنا اپنے پروگرام میں داخل نہیں کیا تھا اور نہ ہی یہ منشاء قرآنِ شریف اور شارع علیہ اسلام کا تھا۔ وہ امور یہ ہیں :-

۱- جناب رسولؐ خدا نے خزانہ نہیں رکھا۔

Marfat.com

۲- آنحضرت نے مستقل فوج نہیں رکھی۔

۳- غنیم سے جو چیزیں بطور مال غنیمت لینے کی اجازت ہے اس کی تقسیم کا ذکر نہایت تفصیل سے قرآن شریف نے کر دیا- ان میں اراضیات شامل نہیں ہیں-

فوج و خزانہ فتوحاتِ ملکی کے لئے نہایت ضروری ہیں - اور یہی (Imperialism) کی جان ہیں- جناب رسولِ خدا نے نہ خزانہ رکھا اور نہ مستقل افواج رکھیں- جب کوئی مال خراج یا غنیمت سے وصول ہوتا تھا اُسے فوراً ایک ہی دفعہ تقسیم کر دیتے تھے لیکن جب فتوحات کا ارادہ ہوا تو مسلمان حکّام نے ان دونوں چیزوں کو قائم کیا- دیکھو مولوی شبلی کا الفاروق جس میں ان دونوں کو فاضل مولّف حضرت عمرؓ کی اوّلیات بناتے ہیں-

"بیت المال یا خزانہ" ایک مستقل عنوان الفاروق میں ہے اور اس کے تحت میں مولوی شبلی لکھتے ہیں:-

"یہ صیغہ بھی حضرت عمرؓ کی ذات سے وجود میں آیا- آنحضرتؐ کے زمانہ میں سب سے اخیر جو رقم وصول ہوئی وہ بحرین کا خراج تھا- جس کی تعداد آٹھ لاکھ درہم تھی- لیکن آنحضرتؐ نے یہ کل رقم ایک ہی جلسہ میں تقسیم کر دی- حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنی خلافت میں کوئی خزانہ قائم نہیں کیا بلکہ جو کچھ غنیمت کا مال آیا اُسی وقت لوگوں کو

Marfat.com

بانٹ دیا"

الفاروق حصہ دوم صفحہ ۴ ۔

حضرت عمر نے جب فتوحات کا ارادہ کیا تو اس معاملہ میں چند لوگوں سے مشورہ کیا" حضرت علیؓ نے رائے دی کہ جو رقم آئے وہ سال کی سال تقسیم کر دی جائے اور خزانہ میں جمع نہ رکھی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے خلاف رائے دی" ولید بن ہشام نے کہا کہ میں نے سلاطینِ شام کے ہاں دیکھا ہے کہ خزانہ اور دفتر کا جُدا جُدا محکمہ قائم ہے" حضرت عمر نے حضرت علی کی رائے کو رد کر کے ولید بن ہشام کی رائے کو قبول کیا اور مستقل خزانہ قائم کر دیا۔

الفاروق حصہ دوم صفحہ ۵ ۔

اسلام میں امپیریلزم نہیں

جناب رسولِ خدا کے زمانہ میں نہ مستقل فوج تھی نہ فوجیوں کی تنخواہ تھی اور نہ اُن کا کوئی رجسٹر بنا تھا۔ جب ضرورت ہوئی لوگوں میں اعلان کرا دیا اور وہ جمع ہو گئے۔ حضرت عمر کو مستقل فوج کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس میں بھی حضرت علیؓ کی رائے کو رد کر کے ولید بن ہشام کی رائے کو قبول کیا گیا جس نے کہا کہ میں نے شام کے والیانِ ملک کو دیکھا ہے کہ اُن کے ہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر ہوا کرتا ہے۔ حضرت عمر نے بھی ایسا کیا۔ دفترِ فوج کا نام دیوان رکھا۔ فوجیوں اور لڑنے والے آدمیوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں اور ایک

Marfat.com

رجسٹر مرتب ہوا جس میں کچھ تو مراتب کا خیال رکھا گیا اور زیادہ تر بلا امتیاز مراتب تھے جو آدمی درج رجسٹر ہوئے وہ فوج کی حقیقت رکھتے تھے۔ کچھ تو ایسے تھے جو ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے اور کچھ بوقت ضرورت طلب ہوتے تھے۔

الفاروق حصہ دوم صفحہ ۹۳، ۹۵، ۹۶

اراضیات بصورتِ غنیمت

جو چیزیں دشمن سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اُن کے لئے فقہ اسلامیہ کا یہ حکم ہے کہ پانچواں حصہ یعنی خمس تو خدا اور رسول کے لئے ہے اور باقی ان لشکریوں میں تقسیم ہونا چاہئے جنہوں نے غنیمت حاصل کی ہے۔ جب حضرت عمر کے زمانہ میں ملک فتح ہوئے تو اس قاعدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال اُٹھا کہ مفتوحہ اراضیات بھی لشکریوں میں تقسیم کی جائیں۔ قاعدہ کی رو سے تو یہ ہونا چاہئے تھا لیکن حضرت عمر نے اس میں بہت سی خرابیاں دیکھیں اور لشکریوں کے اس مطالبہ کو نامنظور کر دیا۔ ہماری رائے ہے کہ حضرت عمر کا خیال درست تھا۔ اراضیات کو لشکریوں میں تقسیم کرنے سے بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں صریح نتیجہ نکلتا ہے کہ غنیمت کی تقسیم کا جو قاعدہ قرآن شریف نے مقرر کیا تھا اس میں اراضیات شامل نہ تھیں کیونکہ اس طرح اراضیات کے فتح کرنے کی اجازت قرآن شریف نے نہیں دی۔ اگر اجازت ہوتی تو پھر اُس کے لئے قاعدۂ تقسیم بھی مقرر ہوتا۔

Marfat.com

یہ بھی صورت ہو سکتی تھی کہ کوئی عرب کا ہمسایہ ملک اسلام پر فوج کشی کرتا اور اس کی مدافعت میں مسلمانوں کو لڑنا پڑتا اور دشمن مغلوب ہو جاتا۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے تھا۔ اس سوال کا حل خیبر کے واقعات سے ہوتا ہے۔ ہم ان واقعات کے متعلق تاریخ طبری کے اردو ترجمہ سے نقل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلعم نے اہل خیبر کو ان کے قلعوں وطیح وسلالم میں محصور کر لیا۔ جب اُن کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہماری جان بخشی کریں اور ہمیں یہاں سے جلاوطن کر دیں۔ آپ نے اس پر عمل کیا۔ اس سے قبل آپ نے اُن کے مواضعات شق، نطاۃ، کتیبہ اور ان دو قلعوں کے علاوہ اور تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا جب اہل فدک کو اہل خیبر کی اس درگت کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بھی رسول اللہ صلعم سے یہی درخواست کی کہ آپ اُن کی جان بخشی فرما کر ان کو جلاوطن کر دیں اور وہ اپنی تمام جائداد آپ کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں۔ آپ نے اُسے منظور کر لیا۔

اس مصالحت کے لئے بنی حارثہ کے محیصہ بن مسعود فریقین میں وکیل بنے۔ جب اہل خیبر نے مذکورہ بالا شرائط پر اطاعت کر لی تو انہوں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ ان زمینوں کی نصف پیداوار کی ادائیگی پر ہم سے معاملہ کر لیں۔ آپ نے اُسے منظور کر لیا زمینیں ان کے پاس

Marfat.com

رہنے دیں۔۔ اہل فدک نے بھی اس شرط پر صلح کر لی۔ اس طرح تمام خیبر مسلمانوں کی ملکیت عامہ ہوا اور فدک محض رسول اللہ صلعم کا خالصہ ہوا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے فوج کشی ہی نہیں کی۔

اردو ترجمہ تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۰۰ - ۴۰۱

اس عبارت پر غور کیجئے۔ وہی غنیمت کی تقسیم کا قاعدہ جو قرآن شریف نے مقرر کیا تھا اراضیات مفتوحہ کی تقسیم پر بھی حاوی ہوا۔ حضرت عمر خود فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے آئندہ کے آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں کوئی قریہ فتح نہ کرتا لیکن یہ کہ اس کو اس کے فتح کرنے والوں پر تقسیم کر دیتا۔

تاریخ بغداد خطیب بغدادی مطبوعہ مصر ۱۹۳۱ء المجلد الاول صفحہ ۷

لیکن علماء مذہب نے حضرت عمر کے اس فعل کو اچھا نہیں سمجھا۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ امام مالک کا قول ہے کہ اراضی مفتوحہ بھی مثل غنیمت کے ہوتے ہیں اور غنیمت کا حکم ان پر حاوی ہے۔ اس امر میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ محمد ابن ادریس شافعی کہتے ہیں کہ حاکم کے لئے ان مفتوحہ اراضیات کو روک رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ ان اراضیات کو ان کے فتح کرنے والوں پر تقسیم کر دے۔ امام احمد بن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔

تاریخ بغداد خطیب بغدادی المجلد الاول صفحہ ۹، ۵، ۶ الفاروق حصہ دوم صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲

Marfat.com

ثابت ہوا کہ قرآن میں کوئی صریح حکم مفتوحہ اراضیات کے متعلق نہیں ہے۔
اگر اپنے اجتہاد کو کام میں لانا ہے تو مالِ غنیمت کی طرح ان کے ۴/۵ حصہ کو بھی
فاتح افواج میں تقسیم ہونا چاہئے لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح تمام مفتوحہ ممالک
کی اراضیات فوجیوں میں تقسیم کر دینا اور اُن کے باشندوں کو فوجیوں کی غلامی میں
دے دینا، نہ تو اسلام کا منشاء ہو سکتا تھا اور نہ سیاستِ ملکی کا تقاضا تھا۔ اسی وجہ
سے حضرت عمر اور ان کے مدبرین کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ اندریں صورت
ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ اسلام کا منشاء یہ نہیں تھا کہ دوسروں کے
ممالک بغیر وجہ کے فتح کئے جائیں اور ان کو اپنی ملکیت میں شامل کیا جائے
ان ممالک کی فتوحات اس جہاد کی تعریف میں نہیں آتیں جس کا حکم بہت
تاکید کے ساتھ قرآن شریف میں آیا ہے۔ بہت سی آیات ہیں جن سے یہ ثابت
ہوتا ہے۔ کچھ تو ہم نے اس سے پہلے بیان کر دی ہیں کچھ اب بیان کرتے
ہیں۔ مثلاً قرآن: وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ
فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ﴿۱۲﴾ أَلَا
تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم
بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم
مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ
وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ

Marfat.com

غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۚ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

یہ حکم بھی کفارِ قریش کے لئے ہے جنہوں نے اپنی قسموں کو اور اپنے معاہدوں کو توڑا تھا اور رسولؐ کو ان کے گھر سے نکالا تھا۔ خدا تمہاری مدد کرے گا تاکہ مومنین کے دل اس قصاص سے خوش ہوں۔

ثابت ہوا کہ ان دونوں آیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ نہ ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ ہیں اور نہ ہی یہ اعتراض درست ہے کہ ایک آیت تو اس وقت کی ہے جب آپ کو ظاہری غلبہ حاصل نہ تھا اور دوسری آیت اس وقت کی ہے کہ جب کفار مغلوب ہو گئے تھے۔

عملِ رسولؐ

عملِ رسولؐ اور وحیٔ رسولؐ بالکل اس کے مطابق ہے۔ تمام امت اسلامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب رسولِ خدا کے جہاد سب دفاعی تھے اس کو ہم نے بہت اچھی طرح اپنی کتاب البلاغ المبین حصہ دوم طبع دوم صفحات ۵۸۵ لغایت ۶۰۲ میں ثابت کیا ہے اور علامہ شبلی نے بھی سیرۃ النبی میں اس پر اچھی طرح بحث کی ہے۔ اور یہی نتیجہ نکالا ہے۔ دیکھو سیرۃ النبی حصہ اول جلد اول صفحہ ۲۵۰ لغایت ۲۶۵۔ لیکن ایک بات ہے جو مولوی شبلی نے بھی نظر انداز کر دی ہے عجیب ہی تو سریہ کی وجوہات میں ایک وجہ یہ لکھتے ہیں کہ قریش کی تجارت بے روک ٹوک اس وجہ سے کی جاتی تھی کہ وہ مجبور ہو کر مسلمانوں کو حج و عمرہ

Marfat.com

کی اجازت دے دیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ کفارانِ مکہ سے تو حالتِ جنگ اسی وقت سے شروع تھی کہ جب سے انہوں نے آنحضرتؐ اور آنحضرتؐ کے اصحاب پر ظلم و تشدد مکہ میں شروع کر دیا تھا اور آخر کار اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ آنحضرتؐ کو اپنے اصحاب کو مکہ سے باہر بھیجنا پڑا اور چونکہ وہ لوگ آنحضرتؐ کے قتل کے درپے تھے۔ لہذا خود بھی آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس حالتِ جنگ اور اس کے عواقب کو قرآن شریف نے نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شیخ سعدی نے سچ کہا ہے کہ ؎

ہنر بچشمِ عداوت بزرگ تر عیبِ است
گل است سعدی و در چشمِ دشمناں خار است

باوجود اس کے کہ آنحضرتؐ کی ساری کوششیں اور لڑائیاں دفاعی ہوتی تھیں پھر بھی آپ اپنے دشمن کو یہ موقع دیتے تھے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کی سابقہ زیادتی نظرانداز کر دی جائے گی۔ ان حالات میں اس شرط کا پیش ہونا آنحضرتؐ کی انصاف پسندی اور رحمدلی کی دلیل ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرتؐ کا یہ سارا تشدد اور ظلم برداشت کرنا محض اسلام کی خاطر تھا۔ اہلِ یورپ نے اس کو ان معانی میں لیا ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے۔ یہ غلط مغالطہ پیدا کرنے میں خلافتِ صدرِ اوّل کی

Marfat.com

لڑائیوں کا بھی حصہ ہے۔ کیونکہ ان کے لشکر جب دشمن کے ملک پر حملہ کرتے تھے تو وہ بھی یہ شرط پیش کرتے تھے۔ اس وقت اس شرط کا پیش ہونا بالکل بے معنی تھا۔ جب تم نے بغیر کسی وجہ کے دوسرے کے ملک پر حملہ کر دیا اور اس کے جذباتِ عنادو انتقام کو بھڑکا دیا تو اس کے لئے بغیر لڑائی کے تم نے کوئی چارہ ہی نہیں چھوڑا۔ اس نے اسلام کا کیا دیکھا تھا یہی دیکھا تھا نا کہ اسلام والے وہ لوگ ہیں جو خواہ مخواہ بغیر کسی وجہ کے میرے ملک پر مجھے دبانے اور مغلوب کرنے کے لئے چڑھ آئے۔ ایسے ظالم اور زبردست مذہب کو میں کیوں قبول کر دوں۔ تم نے اپنے مذہب کو نہایت ہیبت ناک صورت میں ان کے سامنے پیش کیا۔ اب ان کے لئے اس میں کوئی جاذبیت نہیں رہی۔ برعکس اس کے آنحضرت کا یہ شرط پیش کرنا بہت معنی رکھتا تھا۔ کفار خود اپنے دل میں قائل ہوتے تھے کہ ہم نے اس شخص کے ساتھ کتنی بدعہدی کی ہے اور اس کو اور اس کے اصحاب کو کس قدر ستایا ہے پھر بھی اپنے مذہب کی خاطر یہ شخص ان سب زیادتیوں سے درگزر کرنے کے لئے تیار ہے۔ صرف اس لئے کہ ہم اس کا مذہب اختیار کریں۔ واقعی یہ مذہب اس قابل ہے کہ اس کو قبول کیا جائے۔ اہلِ نجران کے سامنے جو یہ شرط پیش ہوئی تھی وہ بالکل مختلف معاملہ تھا۔ وہ تو ابتدا ہی سے مذہبی تنازعہ تھا۔ مباہلہ کے معنی ہی یہ تھے کہ جو ہار جائے وہ دوسرے

Marfat.com

کا مذہب اختیار کرے۔

عمل وصیٔ رسولؐ وصیٔ رسولؐ کے جہادوں کو تو کسی نے آج تک جارحانہ نہیں کہا۔ وہ تو سب مدافعانہ تھے۔ محض بغاوت کو فرد کرنا اُن کا مقصد تھا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے شروع ہونے سے پہلے حضرت علیؑ نے بہت ہی کوشش کی کہ معاملہ صلح و آشتی سے طے ہو جائے اور جب جنگ صفین میں معاویہ کسی طرح نہ مانا تو آپ نے فرمایا کہ آؤ میں اور تم تنہا آپس میں جنگ کر لیں۔ مسلمانوں کا خون بہانے سے کیا فائدہ۔ عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ کہتے تو ٹھیک ہیں۔ معاویہ نے جواب دیا کہ علیؑ کے مقابلہ سے کون آج تک جانبر ہوا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ میں مارا جاؤں اور تو شام پر حکومت کرے۔ غرضکہ معاویہ نے انکار کر دیا۔ علیؑ کی صفات ایسی بدیہی اور ناقابل انکار تھیں کہ دشمنوں کو اعتراف کرنا پڑا۔ جنگِ خوارج میں حضرت علیؑ کی مصالحانہ کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر آسبرن Mr. R. D. Osborn کہتے ہیں:-

Ali, however, with that tender-hearted repugnance to shed the blood of his own creed which marked his career through life, forebore to attack them. Islam under the Arabs, Chapter IV. P 120.

Marfat.com

ترجمہ:۔ مگر علیؑ نے جن کے دل میں زندگی بھر مسلمانوں کا خون بہانے سے رحمدلانہ نفرت رہی ان (خارجیوں) پر حملہ کرنے سے اجتناب کیا۔

یہی مورخ حضرت علیؓ کے انتقال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

With him perished the truest hearted and best Moslem of whom Muhmmadan history has preserved the remembrance. Abid.

ترجمہ۔ علیؓ کی موت ان تمام لوگوں میں جن کا ذکر اسلامی تاریخ میں باقی ہے۔ بہترین اور سب سے زیادہ سچّا دل رکھنے والے مسلمان کی تھی۔

مخالفین کا یہ اعتراف ایسا ہی ہے کہ جیسا ہینی بال کی شجاعت اور جنگی ہنر کی بابت اس کے مخالفین رومی مورخین کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔

خلافتِ صدرِ اوّل کی لڑائیوں کے وجوہ وعواقب

ہم ان لڑائیوں کا ذکر اس وجہ سے کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ شیعہ کس قسم کے "جہاد" کے مخالف ہیں۔

Marfat.com

جناب رسولِ خدا کی رحلت کے بعد جو حکومت مدینہ میں قائم ہوئی وہ ایسے حالات میں قائم ہوئی تھی کہ اُسے کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا تھا سوائے اس کے عربوں کو باہر بھیجے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے انتخاب کے بعد جب لوگوں نے خصوصاً انصار نے جن کے چند آدمیوں کی کوشش سے حکومت کا انتخاب ہوا ان واقعات پر غور کرنا شروع کیا تو مہاجر و انصار کے دو کیمپ نہایت خطرناک بن گئے اور انصار نے نتیجہ نکالا کہ ہم نے علیؑ کو چھوڑنے میں بڑی غلطی کی جس دن یہ بیعت ہوئی ہے اس کی شام کو مسجد میں لوگ جمع ہوئے اور مہاجر اور انصار آپس میں لڑنے لگے۔ اس وقت عبدالرحمٰن بن عوف نے انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ اے معشر انصار اگرچہ تم صاحبِ فضیلت ہو لیکن تم میں کوئی ابوبکر، عمر، علی، ابوعبیدہ الجراح کی برابر فضیلت میں نہیں ہے۔ زید ابن ارقم نے جواب میں اپنے بہت سے آدمیوں کے نام گنوائے اور کہا انا نعلم ان مما سمیت من قریش من لو طلب ھذا الامر لم ینازعہ فیہ احد علی ابن ابیطالب۔ یعنی قریش میں سے جن کا نام تم نے لیا ہے اگر علی ابن ابیطالب خلافت طلب کرتے تو کوئی علیؑ کی تردید نہ کرتا۔ شرحِ نہج البلاغہ لابن ابی الحدید الجزء الثانی صفحہ ۸،۷۔ آگے چل کر ابن ابی الحدید کہتے ہیں: (یہ ان کی عبارت کا لفظی ترجمہ ہے)

" ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے مروی

Marfat.com

ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہوگئی اور ان کا کام قرار پکڑ گیا
تو انصار میں سے ایک اکثریت ابوبکر کی بیعت کرنے پر نادم ہوئی اور
ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور علی ابن ابیطالب کا خیال
آیا کہ یہ تو اُن کا حق تھا اور اُن کے فضائل کا ذکر کرنے لگے اور اس
کا افسوس کیا کہ علی اس وقت وہاں کیوں موجود نہ ہوئے۔ مہاجرین کو
انصار کے اس طرز عمل سے غصہ آیا اور بات بڑھ گئی۔ سب سے
زیادہ قریش میں سے چند آدمی انصار کے خلاف تھے۔ مثلاً سہیل بن
عمرو، حرث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں
نے جناب رسولؐ خدا کے خلاف جنگ کی تھی اور پھر اسلام
میں داخل ہوئے تھے اور یہ سب وہ تھے جن کو انصار سے اذیت
پہنچی تھی۔ سہیل بن عمرو کو جنگ بدر میں مالک بن دخشم نے قیدی
بنایا تھا۔ حرث بن ہشام کو جنگ بدر میں عمرہ بن عمرو نے مجروح
کیا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل کے باپ کو عفرہ کے دونوں
بیٹوں نے قتل کیا تھا، زیاد بن لبید نے اس کی زرہ اتاری
تھی ان لوگوں کے دلوں میں ان باتوں کا کینہ و بغض تھا پس
جب انصار علیحدہ ہوگئے تو قریش جمع ہوئے۔ پس سہیل بن
عمرو کھڑا ہوا اور کہا کہ اے قریش یہ تحقیق خدا نے ان لوگوں

Marfat.com

کا نام انصار رکھا ہے اور قرآن میں اُن کی تعریف ہے۔ اس وجہ سے ان کو بہت فضیلت حاصل ہے اور اُن کی قدر و منزلت ہم پر غالب ہے۔ اس بزرگی سے فائدہ اُٹھا کر یہ لوگوں کو اپنی طرف اور علیؑ ابن ابیطالب کی مدد پر اُبھارتے ہیں۔ لہٰذا اب تم ان کو ابوبکر کی تجدید بیعت کی دعوت دو اگر وہ مان لیں تو خیر۔ ورنہ ان سے جنگ کرو۔ پھر حرث بن ہشام کھڑا ہوا۔ اور اُس نے کہا ہمارے اور انصار کے درمیان میں صرف تلوار ہی سے فیصلہ ہوگا۔۔۔ پھر عکرمہ بن ابی جہل کھڑا ہوا اور اس نے بھی یہی کہا کہ انصار سے عذر کرو اور اگر نہ مانیں تو ان سے جنگ کرو۔"

شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید۔ الجزء الثانی ص۱۰۹

آگے چل کر علامہ ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ جب انصار نے مہاجرین کی باتیں سُنیں تو انہیں بہت بُرا لگا اور انصار کے شعراء نے مہاجرین کی ہجو کی اور مہاجرین کے شعراء نے اس ہجو کا جواب ہجو میں دیا اور عداوت بڑھتی گئی۔ پھر علامہ مذکور لکھتے ہیں کہ زبیر سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو قریش نے معن بن عدی اور عویم بن ساعدہ پر بہت مہربانیاں کیں اور ان کو بزرگی دی۔ انصار نے ان دونوں کے لئے ایک مجلس قائم کی۔ ان دونوں کو بھی بلایا۔ جب وہ آئے تو ان پر بہت لعن طعن کی اور مہاجرین کی طرف ٹوٹ کر چلے جانے

Marfat.com

پر بہت ملامت کی اور ان کے اس فعل کو بہت ہی معیوب سمجھا۔

شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی صفحہ ۱۰

اب باقاعدہ فرقہ بندی شروع ہو گئی۔ مہاجرین میں سے جو حضرت ابوبکر کے دوست تھے وہ خطبے دیتے تھے اور انصار کو برا بھلا کہتے تھے۔ انصار اس کا جواب دیتے تھے۔ عمرو بن العاص کو اچھا موقعہ مل گیا اس نے انصار و مہاجرین میں بہت تفرقہ ڈلوایا۔ ایک دن مہاجرین کے کہنے سے عمرو بن العاص لوگوں میں لکچر دینے لگا۔ جس میں اس نے انصار کو بہت برا بھلا کہا۔ پھر اتفاقاً اس کی نظر فضل بن العباس پر پڑ گئی تو نادم ہوا۔ کیونکہ انصار اور اولاد عبدالمطلب کے درمیان بڑی دوستی تھی اور انصار حضرت علیؑ کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کی فضیلت کے مقر تھے۔ فضل بن العباس نے یہ واقعہ حضرت علیؑ سے بیان کیا تو آپ بہت غضب ناک ہوئے اور عمرو بن العاص کو برا بھلا کہا اور فرمایا کہ اس نے خدا اور رسولؐ کو ایذا دی۔ پھر آپ مسجد میں تشریف لائے اور وہاں غصہ کی حالت میں خطبہ دیا۔

شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۴۹

حکومت کے لئے یہ بڑی خطرناک صورت حالات پیدا ہو گئی تھی۔ یہ بحث شروع ہو گئی تھی کہ خلافت کس کا حق تھا اور کدھر چلی گئی۔

Marfat.com

اس بحث کو فوراً روکنا ضروری تھا۔ کارپردازانِ حکومت عربوں کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کو دو چیزیں نہایت مرغوب ہیں۔ لڑنا اور مالِ غنیمت لوٹنا۔ لہٰذا اس مشکل کا حل اس طرح کیا گیا کہ اُن کو مدینہ سے باہر بھیج دیا جہاں اُن کو یہ دونوں موقعے مل گئے۔ کچھ لوگوں نے یہ خطرناک عذر پیش کر دیا تھا کہ موجودہ حاکم جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ہم ان کو زکواۃ نہ دیں گے۔ ان کو مانعین زکواۃ قرار دے کر یہ فتویٰ صادر کیا گیا کہ وہ مرتد ہو گئے اور اُن پر فوج کشی ہوئی۔ وہ مشغولیت تو بہت جلد ختم ہو گئی۔ ابھی فاتح افواج واپس مدینہ نہ آنے پائی تھیں کہ ادھر ہی ادھر راستہ میں ان کو حکم بھیج دیا گیا کہ ایران و روم کی لڑائیوں پر جاؤ اور عام "لام بندی" شروع ہو گئی۔ اب وہ حق و ناحق کا سوال بھول جائیں گے۔ لڑائیوں میں مشغول رہیں گے اور مالِ غنیمت اُن کا منہ بھی بند کر دے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ فوج کشی محض سیاستی تدبیر تھی۔ اس کی محرک اسلام کی محبت نہ تھی اور نہ اس سے اسلام کو فائدہ پہنچا۔ بلکہ اس سے اسلام کو بہت نقصان ہوا۔ جیسا ہم آگے چل کر بیان کریں گے پہلے ہم وہ جاذبیت بیان کریں جو ان عربوں کو مالِ غنیمت سے تھی۔

مولوی شبلی فرماتے ہیں:-

"سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ مالِ غنیمت کے ساتھ لوگوں

کو اس قدر شغف تھا کہ لڑائیوں کا بہت بڑا سبب یہی ہوتا تھا۔
اس کی اصلاح میں نہایت تدریج سے کام لینا پڑا۔ جاہلیت
میں تو غنیمت کو محبوب ترین چیز سمجھتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ
ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک
شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے لیکن کچھ دنیاوی فائدہ
بھی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اُس کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ یہ امر
لوگوں کو بہت عجیب معلوم ہوا اور لوگوں نے اس شخص سے کہا
کہ پھر جاکر پوچھو۔ غالباً تم نے آنحضرتؐ کا مطلب نہیں سمجھا۔
(اس روایت کی عربی عبارت چھوڑ دی گئی ہے) بار بار لوگ
دریافت کرنے کے لئے بھیجتے تھے اور ان کو یقین نہیں آتا تھا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہوگا۔ بالآخر
جب آپ نے تیسری دفعہ یہی فرمایا کہ لا اجر لہٗ یعنی اس کو
کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ تب لوگوں کو یقین آیا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کو ایک
قبیلہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ان میں سے ایک صاحب صف
سے آگے نکلے۔ قبیلہ والے روتے ہوئے آئے۔ انہوں نے کہا
کہ لا الہ الا اللہ کہو تو بچ جاؤ گے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول

Marfat.com

کرلیا اور حملے سے بچ گئے۔ اس پر ساتھیوں نے ان پر ملامت کی کہ تم نے ہم لوگوں کو غنیمت سے محروم رکھا۔ ابوداؤد میں صحابی کا قول ان الفاظ میں مذکور ہے: فلامنی اصحابی وقالوا حرمتنا الغنیمۃ۔ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۵۔ یعنی مجھ کو میرے ساتھیوں نے ملامت کی کہ تم نے ہم لوگوں کو غنیمت سے محروم کردیا۔

جب لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آن کی شکایت کی تو آپ نے اُن کی تحسین کی اور فرمایا کہ تم کو ایک ایک آدمی (جو چھوڑ دیئے گئے) کے بدلے اتنا اتنا ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد)

...... باوجود ان تمام تصریحات اور بار بار کی تاکید کے غزوۂ حنین میں جو شہ ہجری میں واقع ہوا تھا اس وجہ سے شکست ہوئی کہ لوگ غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوگئے۔ صحیح بخاری غزوۂ حنین کے ذکر میں ہے: فاقبل المسلمون علی الغنائم واستقبلونا بالسھام یعنی بس مسلمان غنیمت پر ٹوٹ پڑے اور کافروں نے ہم کو تیروں پر رکھ لیا.......

ابوداؤد میں ایک انصاری سے روایت ہے کہ ایک دفعہ

Marfat.com

ہم لوگ ایک مہم پر گئے اور غایت تنگ حالی اور مصیبت پیش آئی۔ اتفاق سے بکریوں کا ریوڑ نظر آیا۔ سب ٹوٹ پڑے اور بکریاں لوٹ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کو خبر ہوئی۔ آپ موقع پر تشریف لائے تو گوشت پک رہا تھا اور ہانڈیاں اُبالی جارہی تھیں۔ آپ کے ہاتھ میں کمان تھی آپ نے اُس سے ہانڈیاں اُلٹ دیں اور سارا گوشت خاک میں مل گیا۔ پھر فرمایا لُوٹ کا مال مردار گوشت کے برابر ہے۔"

سیرۃ النبی جلد اوّل حصّہ اوّل تقطیع کلاں صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۴

جناب رسولِ خدا نے خالد بن ولید کو بنو جذیمہ کی طرف محض تبلیغ اسلام کے لئے بھیجا اور خاص طور سے ہدایت کر دی کہ لڑنا نہیں۔ بنو جذیمہ مسلمان ہو گئے۔ کلمہ پڑھنے لگے۔ لیکن مالِ غنیمت کے لالچ میں حضرت خالد نے ان کو قتل کرا دیا اور مال غنیمت لوٹ لیا۔ جب وہ واپس آئے تو جناب رسولِ خدا ان پر بہت ناراض ہوئے۔ تین دفعہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ اے خدا خالد نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں" دیکھو تاریخ طبری الجزء الثالث صفحہ ۱۲۴، سیرۃ النبی شبلی حصہ اوّل جلد اوّل صفحہ ۴۳۸۔

وہ لوگ جو ادعا کرتے ہیں کہ اسلام نے یک لخت عرب کی ساری فطرت بدل کر ایسا بنا دیا کہ ان میں سے ہر ایک آسمانِ ہدایت کا ستارہ

Marfat.com

بن گیا۔ ان عبارتوں کو غور سے پڑھیں غزوۂ حنین آنحضرتؐ کا آخری غزوہ تھا۔ جنگِ احد میں بھی تجربہ ہو چکا تھا۔ لیکن پھر بھی غنیمت کی محبت اُن کے دل سے نہ گئی۔

حکومت صدرِ اوّل کی لڑائیوں کی غرض وغایت

حکومت صدر اوّل کے جہادوں کی غرض وغایت یہ تھی کہ

(۱) حکومت پر نکتہ چینی کرنے کی فرصت لوگوں کو نہ ملے۔

(۲) لوگوں کی نظروں میں کارپردازانِ حکومت ہر دلعزیز ہو جائیں۔

(۳) مالِ غنیمت سے لوگوں کے منہ پر قفل اور دل پر مُہر لگ جائے۔

(۴) اور اس طرح حکومت محفوظ و مستحکم ہو جائے۔

ان سے نہ تو اشاعتِ اسلام ہوئی اور نہ توسیعِ مملکتِ اسلام

اب یہاں کہا جا سکتا ہے کہ خواہ کچھ ہی نیت ہو اس لشکر کشی سے دو فائدے تو ہوئے۔ ایک تو یہ کہ مذہب کی تبلیغ اور دوسرے توسیعِ مملکتِ اسلامیہ۔ لیکن اگر زیادہ غور سے دیکھا جائے تو اس لشکر کشی سے مطلقاً اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی بلکہ نتیجہ برعکس نکلا۔ اور نہ ہی اسلامی مملکت کی توسیع ہوئی۔ اُن قواعد و اصول کے مطابق جن

Marfat.com

سے قوموں کو دنیا میں عروج و زوال ہوتا ہے ان قوموں کو بھی عروج و زوال
ہوا جو اپنے تئیں مسلمان کہتے تھے لیکن وہ اسلام کا عروج نہ تھا۔ اس کی کئی
وجوہات تھیں۔ وہ یہ ہیں:-

(۱) یہ لشکری اسلام کی تبلیغ و ترغیب کا خیال ہی لے کر نہیں نکلے تھے
(۲) یہ لوگ اس سرعت کے ساتھ ایسے بے وقت عرب سے باہر نکلے
کہ ابھی اسلام اُن کے دل و دماغ میں سمایا ہی نہ تھا اور ابھی تک جاہلیت
کی عیش و عشرت کی زندگی اُن کی آنکھوں کے سامنے تھی۔

(۳) اس ناپختگی اور کم مائگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ہندوستان و ایران
و یونان کے قدیم فلسفوں اور ثقافتوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور جو تیر و
سنان کے فاتح تھے وہ عقل و دماغ کے مفتوح بن گئے اور اس میل جول
کے اختلاط کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ مسلمانوں نے غیروں سے لیا اور کچھ غیروں
نے مسلمانوں سے لیا۔ غیروں نے ان سے ایک تو بہادری و خودداری
لی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

کس نیاموخت علمِ تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

اور دوسرے اپنے مذہب سے بت پرستی نکال دی۔ یورپ سے تصویر
پرستی اور ہندوستان سے صنم پرستی کا اخراج اسلامی وحدانیت کا اثر
ہے۔ یورپ نے اپنے اس نئے جنم کا نام Renaissance. رکھا

اور ہندوستان اگر اپنی غلطی کا اقبال کرے تو پھر ہندوستان ہی نہیں۔ لہذا اُس نے کہا کہ ہم صنم پرست کب تھے جواب صنم پرستی چھوڑنے۔ ان کی یہ نہیں نہیں بھی اپنے میں ہاں ہاں کا اثر رکھتی ہے۔ بہرصورت مسلمان حیران ہیں کہ کیا ہوا اور کہتے ہیں ؎

وفا آموختی از ما بکارِ دیگراں کردی ربودی گوہرے از ما نثارِ دیگراں کردی

مسلمانوں نے تو غیروں سے اتنا لیا کہ اپنا اسلام ہی کھو بیٹھے۔

(۴) ان فتوحات سے مسلمانوں کو بہت نقصان ہوا۔

ان چاروں امور کی تفصیل ہم بیان کرتے ہیں۔

(۱) تبلیغِ اسلام یہ ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لشکر کشی تبلیغ اسلام کے لئے نہ تھی بلکہ اس کی محرک سیاسی ضرورت تھی۔

(۲) خامی و کم مائگی ابھی ان لوگوں کے دلوں میں اسلام اور بعثت نفس شر راسخ نہیں ہوئے تھے کہ ضروریات ملکیہ کی وجہ سے یہ لوگ باہر بھیجدئے گئے جہاں ان کا مقابلہ تین بڑے قدیمی پختہ فلسفوں سے ہوا یعنی ہندوستانی، یونانی اور ایرانی۔ یہ لوگ تاب مقاومت نہ لا سکے اور اپنا اسلام ان غیر اسلامی ثقافتوں کے زیر اثر آن کر مسخ کر دیا۔ ان کی خامئ عقلی و کم مائگی کا ثبوت یہ ہے :۔

Marfat.com

دل قرآن شریف میں ان کی اس حالت کا نقشہ بہت اچھی طرح کھینچا گیا ہے۔ جنگ احد و احزاب وحنین کا حال قرآن شریف میں ہے تمام آیات کو یہاں نقل کرنا باعثِ طوالت ہو گا۔ چند آیات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(سورۃ توبہ ۹:۹۷)

ترجمہ:۔ اعراب کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ کتابِ خدا کے احکام کو جو خدا نے اپنے رسول پر اُتاری ہے نہ سمجھیں۔ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (۹:۹۰)

ترجمہ۔ اور عذر کرتے ہوئے اعراب آگئے تاکہ ان کو (پیچھے رہ جانے کی) اجازت دی جائے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ (۹:۹۸) ترجمہ۔ اور کچھ اعراب ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹:۱۰۱)

Marfat.com

ترجمہ:۔ تمہارے اردگرد کے اعراب میں سے منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی۔ جو نفاق پر اڑ گئے۔

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا (۲۲ ع ۱۱)

ترجمہ۔ اور (ان کی تو یہ حالت ہے) جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اعراب کفر و نفاق میں سب سے زیادہ تھے۔ اور اسی وجہ سے شریعتِ اسلامیہ کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جو غنیمت وغیرہ کے لالچ سے افواجِ خلافت میں کثرت سے تھے۔ حالانکہ رسولِ خدا کے زمانہ میں صحیح اور اصلی جہادوں میں جانے سے کتراتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تو غنیمت کے اور اصول و قواعد تھے۔ ایمان ان کا ایسا تھا کہ تجارت اور لہو لعب کو رسولِ خدا پر ترجیح دیتے تھے۔ منافقین کا ذکر آ گیا۔ ہم ان کے متعلق حضرت حذیفہؓ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں۔ جو صحیح بخاری میں منقول ہے۔ عن حذیفہ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منھم علی عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یومئذ یسرون والیوم یجھرون۔

صحیح بخاری الجزء الرابع باب اذا قال عند قوم شیئاً ثم اخرج فقال بخلافہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری الجزء الثالث عشر صـ ۶۴

Marfat.com

ترجمہ۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ آج کل کے منافقین بہت زیادہ خطرناک اور بُرے ہیں بہ نسبت زمانۂ رسولؐ کے منافقین کے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے وقت تو وہ پوشیدہ ہو کر رہتے تھے اور اب اپنے تئیں علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

اس چھپانے اور چھپنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ چھپ چھپ کر منافقین غنیمت کے لالچ سے افواجِ خلافت میں شریک ہونے لگے۔ جیسا اسلام یہ لے کر باہر گئے اور جس طرح اس اسلام کو انہوں نے غیروں کے سامنے پیش کیا وہ ظاہر ہے۔ ان "مجاہدین" کے ذریعہ سے غیر اسلامی اثرات مسلمانوں کے مذہب پر اثر انداز ہو رہے تھے۔

(ب) غنیمت کا جو اُن کو شغف تھا اور اس کے عشق میں اسلام کی اشاعت کے خلاف تھے اس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

(ج) جناب رسولؐ خدا کے اقوال۔

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل کتاب الدر المنثور الامام السیوطی مطبوعہ مصر الجزء الرابع صفحہ ۵۴ یعنی فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ تم میں شرک چیونٹی کی چال کی طرح رواں ہے۔

(د) مسلمان علماء کی رائے۔

Marfat.com

علامہ مشرقی فرماتے ہیں :-

اسلام و قرآن نے عربوں کی جبلت و طینت کو نہیں بدلا تھا۔ وہ عادتیں اور خصلتیں جو ان کی فطرت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہو کر اپنا نقشِ پا نہ چھوڑتیں۔ وہ ملی اوصاف جو قرآن اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے ان کے طبعی میلان کار کو کیسے بے اثر چھوڑ دیتے۔ قرآن و اسلام کی تعلیم سے عرب اپنی ظاہری عبادات اور رسومات کو بدل سکتے تھے۔ اپنے آبائی روایات اور اعتقادات کو بادی النظر میں بدل سکتے تھے۔ مگر طبائع کے باطنی رجحان اور اصلی طریق تخیل کو ہرگز نہ بدل سکتے تھے۔ وہ در اصل مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب قریب اس آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی میں موسیٰ کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لے کر ان کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے موافق انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی۔ (تذکرہ مقدمہ صفحہ ۶۷-۶۸)

ظاہر ہے کہ اس خامی میں اور ایسے لوگوں کی موجودگی میں اسلام کی کیا صورت باہر کی دنیا میں ظاہر ہوتی ہو گی۔

(۳) غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر۔ کس نے اسے قبول کیا اور کس نے

Marfat.com

اس کا مقابلہ کیا۔

غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر مسلمانوں پر

پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ کون کون سی غیر اسلامی ثقافتیں تھیں جن کا اثر مسلمانوں کے مذہب پر پڑا۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جہاں جہاں ہم غیر اسلامی ثقافتوں کا ذکر کرینگے وہاں اسلام اور مسلمانوں کے مذہب میں فرق کریں گے۔ اسلام تو وہ دین ہے جس کی تشکیل و تبلیغ جناب رسولؐ خدا نے کی تھی۔ جہاں تک اس اسلام کا تعلق ہے اس پر کسی غیر اسلامی ثقافت کا اثر نہیں ہے۔ وہ دین بذریعہ وحی و الہام الٰہی مکمل ہوا ہے اور ہم غیر مسلم مصنفین کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فلاں فلاں مذہب سے خیالات یا عقائد لئے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ پہلے الہامی ادیان اور اسلام میں کچھ چیزیں مشترک ہوں۔ چونکہ وہ الہامی ادیان سابقہ بھی خداوند تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء کی تعلیم پر مبنی تھے لہٰذا ان ہی انبیاء اور ان ہی عقائد کا ذکر اسلام میں ہونا ضروری تھا۔ یہ اشتراک ہی باعثِ اشتباہ ہوا ہے۔ یورپین مصنفین سمجھتے ہیں کہ چونکہ اسلام سب کے بعد آیا۔ لہٰذا یہ اشتراک بوجہ تقلید ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ چونکہ یہ سب مذاہب خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیم کا نتیجہ ہیں لہٰذا یہ اشتراک بوجہ وحدانیتِ الٰہیہ ہے۔ ایک ہی خدا تھا

Marfat.com

ایک ہی خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ ایک ہی تعلیم تھی۔ لہٰذا یہ اشتراک اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور جہاں جہاں ہم کہیں گے کہ یہ یہودیت کا اثر ہے۔ یہ مسیحیت کا اثر ہے۔ وہاں ہمارا مطلب مسخ شدہ یہودیت اور مسیحیت ہے۔ ہم اپنی کتاب البلاغ المبین حصہ دوم طبع ثانی میں ذرا تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں مذاہب میں کب اور کس طرح اور کیوں تحریف ہوئی ان دونوں محرّف مذاہب کا اثر اسلام پر نہیں ہوا بلکہ مسلمانوں کے عقائد پر ہوا جس کی وجہ سے مسلمانوں کا ایک علیحدہ مذہب مرتب ہوا۔ جو اصلی اسلام سے اسی طرح بعید تھا جس طرح صحیح یہودیت اور مسیحیت سے موجودہ محرّف یہودیت اور مسیحیت ہے۔ اس طرح جناب رسولؐ خدا کی یہ مشہور پیشین گوئی پوری ہوئی: عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرا و شبرا و ذراعاً و ذراعاً حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاری قال فمن۔

صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ الجزء الرابع صفحہ ۱۷۶۔

ترجمہ۔ ابو سعید خدری نے اسناد کے ساتھ روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ البتہ تم چلو گے اگلے لوگوں کی چالوں

Marfat.com

پر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے ہم نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے آنحضرت نے فرمایا کہ یہ نہیں تو اور پھر کون۔

جاہلیت کی صنم پرستی کا اثر

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب پر غیر اسلامی ثقافتوں نے کس طرف سے اور کس طرح حملہ کیا۔ سب سے پہلے مسلمانوں کو خود عرب کی جاہلیت سے سابقہ پڑا اور جب یہی جاہلیت کی زندگی شام میں پہنچی تو وہاں بگڑی ہوئی یہودیت اور مسیحیت سے مل کر پھر مسلمانوں کے مذہب پر اثر انداز ہوئی اُس کے ساتھ ہی ایرانی تہذیب نے مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ اس زمانہ تک مذہب زردشت نے یہودیت اور مسیحیت کے ساتھ مل کر ایرانیوں کے لئے ایک نیا مذہب پیدا کر دیا تھا اور اس مرکب مذہب سے ابن دیصان مانی، مزدک پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مختلف قسم کے مرکب عقائد پیدا کئے ان عقائد کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہماری کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین میں ہے اور ان سارے مذاہب پر یونانی فلسفہ کا اثر تھا اور یونانی فلسفہ پر خود اس زمانہ کی یونانی صنم پرستی کا اثر تھا یہودیت اور مسیحیت شام میں خود اس صنم پرستی کے خیالات سے مسخ ہو چکی تھیں

ہندوستان کا مذہب بہت کچھ خصوصاً مسئلہ تناسخ اور ویدانت میں یونانی فلسفہ سے متاثر بلکہ ماخوذ تھا۔ یونانی صنم پرستی اور ہندوستانی صنم پرستی دونوں مصر کی صنم پرستی سے اگر ماخوذ نہیں تو متاثر تو ضرور تھے۔ عرب کا تعلق مصر و یونان و ایران سے بہت رہا ہے۔ وہاں کی جاہلیت کی صنم پرستی بھی ان ہی سے ماخوذ تھی۔ انبیائے سلف و انبیائے بنی اسرائیل کو بھی جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرح اسی صنم پرستی سے سابقہ پڑا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ یہ صنم پرستی ہی تھی جو مختلف شکلوں میں مختلف راستوں سے مسلمانوں کے مذہب پر حملہ آور ہوئی۔ یہی وہ صنم پرستی تھی جو یزید مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتا تھا اور جس کا مقابلہ کربلا کے میدان میں جناب امام حسینؑ نے کیا۔ صنم پرستی نے بھی مختلف شکلیں اختیار کیں۔ کہیں بادشاہ پرستی ہوئی۔ کہیں اجداد پرستی ہوئی۔ کہیں نیچر پرستی و کواکب پرستی ہوئی اور آج کل طاقت پرستی اور زر پرستی ہے اور اکثر صنم پرستی یہ سب کچھ ہی رہا۔

غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر

جو کچھ اثر مسلمانوں کی اکثریت نے ان ثقافتوں سے لیا وہ ہم پہلے تو مولوی شبلی کی زبانی سناتے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہم اس ضمن میں کہنا چاہتے ہیں وہ سب کچھ مولوی شبلی نے اپنے الکلام حصہ اول میں کہہ دیا ہے اور ہم نے اس کے کئی اقتباسات اپنی کتاب نور المشرقین

Marfat.com

من حیاۃ الصادقین میں نقل کیے ہیں۔ دیکھو صفحہ ۳۷ تا ۴۷ ہم۔ یہ اقتباسات الکلام حصہ اوّل کے صفحہ ۴، ۱۰، ۱۱، ۱۷ اسے لئے ہیں۔ ان اقتباسات سے یہ نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) یونان اور ایران کی ثقافتوں کا مسلمانوں پر بہت اثر پڑا۔

(۲) اس سے اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا ہوا۔

(۳) شاہانِ عباسیہ کی بے التفاتی جو اسلام کی طرف تھی اس سے فائدہ اُٹھا کر پارسی، یہودی، عیسائی، زنادقہ نے اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ مسلمانوں میں کی اور اس سے مسلمانوں کی اکثریت کے عقائد متزلزل ہو گئے۔

(۴) جس طریقے سے مسلمانوں کی فتوحات ہوئی تھیں اس کی وجہ سے یہ لوگ اسلام کے دشمن ہو گئے اور خوب اپنا بدلہ اس شکل میں نکالا۔

(۵) اسلام کے عقائد کی تشریح نو مسلموں نے اپنے پہلے مذاہب کے مطابق کی۔

(۶) مثلاً خدا کے ہاتھ پیر ہیں، جسم ہے، آنکھیں ہیں، مسئلہ جبر و قدر، مسئلہ کہ ایمان کی حقیقت میں اعمال داخل ہیں یا نہیں اور ایسے دیگر عقائدِ اسلام جن کی دو تعبیریں ہو سکتی تھیں، یہ سب یہودیوں اور

Marfat.com

یونانی فلسفیوں کے داخل کیئے ہوئے ہیں۔

(۷) وہ مسائل جو حکمرانانِ سلطنتِ مسلمین کو ان کی سیاست میں مدد دے سکتے تھے اس مدد کے لئے کام میں لائے گئے اور ان کی تشریح اس طرح کی گئی جو ان کے ظلموں پر پردہ ڈالے۔

مولوی شبلی نے مسائل ذو دوجہین کی تشریح کرتے ہوئے قرآن شریف پر تضاد بیانی کا الزام لگایا ہے۔ مولوی شبلی کی یہ رائے غلط ہے اور اس پر ہم نے اپنی کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین کے دیباچہ میں صفحہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ پر تنقید کی ہے۔

خیالات کی اس درہمی و برہمی میں سے جو عقائد اشاعرہ نے اختیار کئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اشاعرہ کا ہی مذہب آج کل جمہوری مسلمین میں رائج ہے۔ (دیکھو تفسیر کبیر رازی سورہ انعام اور الکلام حصہ اوّل صفحہ ۱۳) وہ عقائد یہ ہیں۔

۱۔ خدا کے احکام مصلحت پر مبنی نہیں۔

۲۔ دنیا میں کوئی چیز کسی کی علت نہیں۔

۳۔ اشیاء میں خواص و تاثیر نہیں۔

۴۔ خدا نیک آدمیوں کو بے وجہ سزا دے سکتا ہے اور اس کا سزا دینا ناانصافی نہ ہوگی۔

Marfat.com

۵- انسان کو اپنے افعال پر قدرت نہیں۔ (نوٹ۔ یہ لوگ جبریہ تھے۔ مولوی شبلی کہتے ہیں کہ اہل نظر جن میں امام ابو حنیفہ شامل ہیں وہ بھی اعتقاد رکھتے تھے)

۶- خدا ہی انسان سے نیکی کراتا ہے اور خود ہی بدی کراتا ہے۔ خیر و شر سب خدا کی طرف سے ہے۔

۷- خدا کے ہاتھ پاؤں آنکھیں ہیں اور وہ عرش پر ہماری طرح بیٹھتا ہے۔ یہ عقیدہ یہودیوں سے لیا گیا ہے۔

دیکھو الکلام حصہ اوّل صفحہ ۱۲، ۲۰

جب مولوی شبلی جیسے عالم اہلسنت کی رائے ہم نے بتا دی تو اب کسی اور سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے لیکن یورپین محققین کی تحقیقات کا نتیجہ بھی سن لینا چاہئے۔ جرمن مورخ فان کریمر (Von Kremer) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے (Von Kremer)

Culturgeschichtliche streifzuge auf dem gebiete des Islams.

اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ایس۔ خدا بخش نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس کتاب کا نام

Contributions to the History of Islamic Civilization

رکھا ہے۔ اس کتاب کو ۱۹۰۵ء میں

Thacker, Spink & Co.

Marfat.com

نے کلکتہ میں شائع کیا تھا۔ نیچے جو حوالجات دئے گئے ہیں وہ اسی انگریزی کی کتاب کے صفحات کے ہیں۔ ذیل کی عبارت اس کے صفحات ۵۸،۵۹ سے لی گئی ہے۔

By associating with Greek theologians finely disciplined in the art of dialectic, the Arabs first learned philosophical reasoning which later on they prized so highly. It was from them again that they received their first lesson in dogmatic subtleties...an art in which the Byzantine scholarship revelled.

In this way alone is to be explained the remarkable similarity which we notice in the main features of Byzantine Christianity and Islamic dogmatics.

.Foremost is the enquiry into the essence and

Marfat.com

attributes of God which fills the first place in the writings both of the Greek fathers and of the oldest Arab theologians. The oldest Muslim theologians just as much as the fathers of the Greek Church busy themselves with discussions about fate and free will. In opposition to the Western Church, the fathers of the Greek Church declared themselves against the eternity of the punishment of Hell, and the very same view was taken by the oldest theological school of Islam, known as the Murjiah.

ترجمہ

یونانی، عیسائی، پادری، منطقی بحث کرنے میں بہت مشتاق تھے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ میل جول شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان یونانی مسیحی پادریوں سے مسلمانوں نے پہلی مرتبہ

Marfat.com

فلسفیانہ بحث کرنے کا طریقہ سیکھا، جس کو بعد میں انھوں نے نہایت گراں بہا نعمت سمجھا۔ ان یونانی پادریوں ہی سے مسلمانوں نے اپنے پہلے سبق مذہبی عقائد میں بال کی کھال نکالنے کے ہنر میں لئے۔ یہ ایک ایسا ہنر تھا جس میں بیز نطانی پادری بہت مشتاق تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی عقائد اور بیز نطانی مسیحیت میں مماثلت اور ہمرنگی پائی جاتی ہے۔

اس یگانگت اور مماثلت کی سب سے بڑی مثال وہ تحقیقات ہے جو دونوں یعنی یونانی پادریوں اور مسلمان عرب فقہاء نے خداوند تعالےٰ کی کنہہ اور صفات میں نہایت جانفشانی اور محنت سے کی۔ اسی طرح شروع کے عرب مسلم فقہاء بھی اسی طرح تقدیر و جبر و اختیار کے مسائل کی بحث میں مشغول رہتے تھے جس طرح یونانی مسیحی پادری ان مسائل پر بحث کرتے تھے۔ یونانی چرچ کے پادریوں نے برعکس مغربی چرچ کے پادریوں کے یہ عقیدہ قائم کیا کہ کوئی شخص ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا اور یہی اعتقاد اسلام کے سب سے پرانے فرقہ مرجیہ کا ہے

یہ کتاب مسلمانوں میں بہت مستند سمجھی گئی ہے۔ چنانچہ اس انگریزی کتاب کا ترجمہ مصر کے عالم میں طہ بدر نے کیا ہے اور اس کا نام الحضارۃ الاسلامیہ رکھا ہے۔ اس مورخ کی رائے میں مسلمانوں کی اکثریت کے

Marfat.com

مختلف فرقوں کی ابتداء کا باعث یہی اثر تھا۔ آگے چل کر یہ مورخ کہتا ہے
(انگریزی ترجمہ کا اردو ترجمہ)

"مرجیہ کے عقائد دمشق کے عیسائی پادری یحییٰ کے مطابق ہیں۔ امام ابو حنیفہ کا فقہ بالکل مرجیہ عقائد پر مبنی ہے اور امام ابو حنیفہ خود مرجیہ بیان کئے جاتے ہیں۔۔۔۔ مرجیہ کے عقائد کی بنیاد یونانی چرچ کے فلسفہ پر ہے ۔۔۔۔ اسی طرح قادریہ فرقہ بھی عیسائیت کے زیر اثر پیدا ہوا ہے۔۔۔۔ غرضکہ اسلام کے تقریباً تمام فرقے اور اُن کے عقائد مسیحیت کے اثر کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔" صفحہ ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴

اسی طرح فان کریمر مسلمانوں کے عقائد پر ایرانی فلسفہ کے اثر کا تذکرہ کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"ایرانی اثر خلیفہ کے دربار میں اپنے درجہ معراج پر ہادی، ہارون اور مامون کے زمانہ میں پہنچا۔ بہت سے وزراء ایرانی تھے۔ خلیفہ کے دربار میں ساسانی بادشاہوں کے رسوم ولباس کی نقل کی جاتی تھی۔۔۔۔ بصرے میں یہ غیر اسلامی تاثرات بہت اچھی طرح نمایاں ہوئے۔ یہیں اسلام کے پہلے آزاد خیال علماء پیدا ہوئے جن میں اتنی جرأت تھی کہ وہ اسلام سے تقریباً علیحدہ ہی ہو گئے۔ یہیں اسلام سے وہ بے پروائی اور نفرت پیدا ہوئی جو خلیفہ کے دربار تک پہنچی اور یہیں وہ زنادقہ

Marfat.com

پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام پر بہت اثر ڈالا۔ مثلاً بشّار ابن برد۔۔۔۔
بشّار کی طرح بہت سے لوگ تھے جو بظاہر تو مسلمان تھے لیکن دراصل دل
سے زندیق تھے۔۔۔۔ اموی خلیفہ ولید ابن یزید کا اُستاد ایک زندیق
تھا۔ جس نے خلیفہ کو شراب کی عادت ڈلوائی اور اسلام سے برگشتہ
کردیا۔۔۔۔ مانوی مذہب کی طرف مسلمانوں کو بڑی کشش تھی۔ مانوی
مذہب مسیحی وزرتشتی عقائد کا ایک ایسا مجموعہ تھا جس کی طرف زرتشتی
اور مسیحی دونوں جھکتے تھے۔۔۔۔ مسلمانوں میں مانوی مذہب رکھنے
والوں کی کثرت ہوگئی تھی۔۔۔۔ اسی طرح مطیع ابن الیاس شاعر جو
خلیفہ مہدی کے زمانہ میں تھا اگرچہ وہ خالص عرب تھا لیکن مانوی اعتقاد
رکھتا تھا۔۔۔ معلوم ہوتا ہے کہ خالص عربوں میں بھی مانوی عقائد پھیل
گئے تھے۔ ایک نہایت معتبر مورخ کہتا ہے کہ برامکہ سوائے ایک ممبر کے
سب دل سے مانوی تھے۔۔۔۔ ہارون رشید کا مشہور شاعر ابونواس
اس زمانہ کے خلیفہ کے دربار کی بے حیائیوں اور لامذہبیت کا خوب
ذکر کرتا ہے۔ ایسی فضا میں خالص مذہبی عقائد کہاں قائم رہ سکتے ہیں۔"
دیکھو صفحات ۹۴ لغایت ۱۰۵

مسلمانوں پر ارسطو اور افلاطون کے فلسفہ کا جو اثر ہوا اس کا ذکر
کرتے ہوئے فان کریمر کہتا ہے :-

Marfat.com

"افلاطون کے فلسفہ کے زیر اثر مسلمانوں نے ایک ایسا فلسفہ قائم کیا جس نے غیر اسلامی تاثرات اپنے اندر لے کر اسلام کو تصوف کے ذریعہ سے موجودہ شکل دی۔

مسلمانوں نے افلاطون کے اس فلسفہ کا نام اشراقی رکھا ہے۔ اس کا سب سے زبردست معتقد اور حامی سہروردی تھا۔ اس نے اس جدید افلاطونی فلسفہ کے خیالات کو زرتشتی یا مانوی عقیدہ نور کے تانے بانے میں ملا کر دنیا کا ایک عجیب تخیل قائم کیا ہے۔ اس کے اس فلسفہ نے بہت فروغ پایا ہے"

دیکھو صفحہ ۱۰۷۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ فرقہ مرجیہ جس کے بہت نمایاں ممبر جناب امام ابو حنیفہ تھے۔ دراصل شام کے بنو امیہ کی حمایت میں اور ان کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور جب بنو امیہ کا خاتمہ ہوا تو یہ فرقہ بھی نہ رہا۔

اسی کتاب میں ایس۔ کے خدا بخش کے اپنے خیالات بھی قابل غور ہیں۔

اس کتاب کے دیباچہ میں صفحہ ۵ پر وہ لکھتے ہیں۔

That the later Islam was largely leavened by Christianiy, no student of history will ever think

Marfat.com

of questioning or disputing: but it is singular that very early indeed in its career Islam commenced drawing upon Christian thoughts and Sentiments. Apart from those Christian ideas which made their way into Islam through the monks and half educated converts, we find a whole mass of Christian ideas and phrases in Muslim books which revel some, if not a comprehensive, knowledge of the contents of the Christian books.

ترجمہ

تاریخ کا کوئی جاننے والا اس امرِ واقعہ کا انکار کرنے کا خیال بھی نہ کرے گا کہ آخر کار اسلام میں مسیحیت کے عقائد جابجا مخلوط ملتے ہیں۔ نہایت عجیب بات تو یہ ہے کہ اپنے بہت شروع زمانہ ہی سے اسلام مسیحیت کے عقائد وحالات اپنے میں لینے لگا۔ ان خیالات کے علاوہ جو مسیحی راہبوں اور نیم تعلیم یافتہ مسیحی

Marfat.com

نومسلم اشخاص کے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام مسیحی عقائد اور ان کی عبارتوں کے جملے مسلمانوں کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر پورا اور کامل علم نہیں تو کچھ علم مسیحیت کا ان مسلمان مصنّفوں کو اچھی طرح حاصل تھا۔

اِسی کتاب کے صفحہ ۹ پر ایک ذیلی نوٹ میں ابن تیمیہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم و مجانبتہ اصحاب الجحیم کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر ایس کے خدا بخش لکھتے ہیں۔

In the earlier portions of this work Ibn Taimiah speaks of the Christian customs and usages which have made their way among the Syrian Muslims.

ترجمہ۔ اس کتاب کے شروع کے حصوں میں ابن تیمیہ نے اُن مسیحی رسوم و رواج کا ذکر کیا ہے جو شام کے مسلمانوں میں رائج ہو گئے تھے۔

مسلمانوں کی اکثریت میں جو نہایت مشہور جماعت صوفیوں کی پیدا ہوئی اس کے تمام عقائد ان غیر اسلامی تاثرات کا نتیجہ تھے۔ یہ مرکّب

Marfat.com

تھے یونانی افلاطونی عقائد اور ہندوستان کے ویدانت اور مذہب بدھ کے تخیلات سے۔ فنا فی اللہ کیا ہے۔ بدھ مذہب کے نروان کا دوسرا نام ہے ہندوستان کے مذاہب نے جو اثر ان مسلمانوں کے عقائد پر ڈالا وہ اگر کسی کو معلوم کرنا ہو تو فان کریمر کی کتاب متذکرہ بالا اور ای جی براؤن کی تاریخ ادبیات ایران کا مطالعہ کرے۔ یہاں ہم مسٹر نکلسن کی کتاب سے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

Speaking of Sufi Theosophy, Professor Nicholson says, "Considering the time, place, and circumstances in which it arose, and having regard to the character of the man who bore the chief part in its development, we cannot hesitate, I think, to assert that it is mainly a product of Greek specultaion. Ma' ruf-al-Karkhi, Abu Sulayman al-Darani and Dhu'-L-Nun al-Misri all three lived and died in the period (786-861 A. D.) which

Marfat.com

begins with the accession of Harun-al-Rashid and is terminated by the death of Mutawakkil. During these seventy-five years the stream of Hellenic culture flowed unceasingly into the Moslem world. .... seen what it owed to Greece, but the perso-Indian elements are hardly less important........The four principal sources of Sufiism are undoubtedly Christianity, Neo-Platonism, Gnosticism and Budhism.

See Nicholson's Literary History of Arabs, PP. 388, 389, 390.

ترجمہ

فلسفۂ تصوّف کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر نکلسن کہتے ہیں:
یہ دیکھتے ہوئے کہ کس جگہ، کس وقت اور کن حالات میں صوفی
مذہب کی ابتداء ہوئی اور اس امر کا بھی خیال رکھتے ہوئے کہ اس
شخص کے عادات و حالات کیا تھے جس نے اس کے ارتقاء میں خاص

Marfat.com

حصہ لیا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ تصوّف محض یونانی فلسفہ کی پیداوار ہے۔ معروف کرخی، ابو سلیمان دارانی اور ذوالنون مصری یہ تینوں زمانہ ۷۸۶ لغایت ۸۶۱ عیسوی میں گزرے ہیں اور فوت ہوئے ہیں۔ یہ زمانہ ہارون الرشید کی تخت نشینی سے لے کر متوکل کی فوتیدگی تک تھا۔ اس ۷۵ سال کے عرصہ میں دریائے ثقافتِ یونان برابر مسلمانوں کی دنیا میں بہتا رہا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تصوّف کتنا یونانی ثقافت کا زیر بار احسان ہے لیکن ایرانی اور ہندوستانی اثرات بھی اس سے کم نہ تھے۔ . . . . تصوّف کے بلا شبہ چار بڑے ماخذ ہیں۔ یعنی مسیحیت نو افلاطونی فلسفہ، قدیم زمانہ کے عیسائیوں کی غناطیت (علم باطنی) اور بدھ مت۔

جرمن کے ڈاکٹر گولڈزہار Dr. Goldziher نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں مسلمانوں کے مذہب پر جو بدھ مت کا اثر ہوا ہے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ انگریزی میں اس رسالہ کا نام The Influence of Budhism on Islam ہے۔

اہل تصوّف اور حضرت علیؓ

اہل تصوّف کا سلسلہ حضرت علیؓ سے شروع ہوتا ہے قابلِ غور ہے لیکن پیری مریدی کا سلسلہ جو یہ حضرات حضرت علیؓ تک لے جاتے

ہیں اُس کو عقلِ سلیم تسلیم کرنے سے عاجز ہے۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن شریف کی صحیح تاویل سے حضرت علیؓ سے زیادہ اور کون واقف تھا۔ لیکن صحیح تاویلِ قرآن اور ہے اور یہ پیری مریدی کچھ اور شے ہے۔ حضرت علیؓ کا کلام نہج البلاغہ اور ادعیہ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے اس میں اس تصوّف کا کہیں نام و نشان بھی نہیں، جس عاجزی اور خلوص کے ساتھ اس کلام میں خدا کو مخاطب کیا گیا ہے وہ اس خیال کی تردید کے لئے کافی ہے۔ تصوف میں جو خدا سے بھائی چارہ قائم کیا گیا ہے اور اس کو عشق کے الفاظ میں زلف و عارض دے کر معاذ اللہ ایک خوبصورت و حسین لڑکے کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ اس کو حضرت علیؓ کے خوف و عجز سے کیا تعلق۔

اس غیر اسلامی ثقافتوں کے اثر کا مقابلہ کس نے کیا

" طلوعِ اسلام " کے مضمون زیرِ بحث میں یہ تو بتایا گیا ہے کہ غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر مسلمانوں نے لیا اور اپنے مذہب کو مسخ کر لیا۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ مسلمانوں میں کون سی جماعت تھی جو ان غیر اسلامی اثرات کا مقابلہ کر رہی تھی اور لوگوں میں صحیح اسلام کی تبلیغ کر رہی تھی۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب دنیا کے لوگ دنیا کے حاصل کرنے میں مشغول تھے

Marfat.com

تو تعلیم و تبلیغِ اسلام کا فرض اہلبیتِ رسولؐ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ یہ محافظانِ دین اپنے رسولؐ کی اس امانت کو سینے سے لگائے ہوئے اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ مسلمانوں کو عام درس و تدریس دینے کا سلسلہ جناب امیر علیہ السلام نے جاری کیا اور آپ کے ہر ایک جانشین نے اس کو قائم رکھا۔ ائمہ علیہم السلام اپنے اصحاب کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ ہماری نصائح اور احادیث کو لکھتے رہا کرو۔ چنانچہ جب وہ لوگ ان ائمہ علیہم السلام کی خدمت میں آیا کرتے تھے تو قلم و دوات و کاغذ لیکر آیا کرتے تھے۔ جناب امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں چار سوایسے لوگ تھے جنہوں نے نہایت صحیح احادیث جو ائمہ علیہم السلام سے مروی تھیں جمع کیں "اصل" سے مراد وہ مجموعہ احادیث ہے جس میں جامع نے خود براہِ راست امام سے روایت کی اور اس کو ضبط تحریر میں لایا۔ اس طرح چار سو کتبِ اصول مدوّن ہوئیں۔ ان کا زمانہ تالیف عہد امیرالمومنین سے لیکر امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ تک ہے۔ غرضکہ ایک ہزار تین صد مصنّفین اصحابِ ائمہ نے تقریباً پانچ ہزار مصنّفات لکھے۔ ان میں سے چار صد مؤلفین کتب اصول ہیں جو امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے کتب اصول اربعمائۃ میں سے آج بھی بعض اصول اپنی اصلی حالت میں صحاح

Marfat.com

اربعہ میں موجود ہیں۔ اور جو اپنی اصلی حالت و ہیئت پر موجود نہیں ہیں وہ علماء اعلام شیعہ کے مجامیع کتب و ذخائر احادیث متقدمین اور متاخرین میں موجود ہیں۔ ان میں کہیں آپ کو غیر اسلامی ثقافتوں کا اثر نہیں ملے گا۔ جس طرح آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر صحاح پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں ان پر نہیں کر سکیں گے۔ رجعت و مہدی کے عقائد یہودی و نصرانی ثقافت سے نہیں لیئے گئے ہیں یہ خالص اسلامی تخیلات ہیں۔ یہ تمام کتب اصول اپنی اصلی حالت میں شیعی وزیر ابو نصر شاپور بن اردشیر وزیر بہاء الدولہ کے کتب خانہ واقع کرخ میں موجود تھیں جن سے شیخ طائفہ ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی نے اپنی مجامیع استبصار اور تہذیب کو مدون کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ یہ عظیم الشان اور بے نظیر کتب خانہ مذہبی تعصب کی نذر رہوا۔ اور ۴۴۸ھ ہجری میں طغرل بیگ سلجوقی نے اس کو جلادیا۔ آئمہ علیہم السلام نے ان تمام مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے جن کا حوالہ دیکر غیر اسلامی ادیان لوگوں کو اسلام سے منحرف کرتے تھے۔ روح حشر و نشر، حساب کتاب، میزانِ عدل، سزاد جزاد اعمال، مشیت الہیہ و ارادہ، جبر و قدر، ایمان و عمل، درجاتِ ایمان، ردِ مرجئیہ اساسِ اسلام، ارکانِ اسلام، رضا بقضائے الہٰی، صبر، عقل و نقل و علم، صفات الہیہ، خیر و شر وغیرہ تمام مسائل پر ان آئمہ علیہم السلام کی بحثیں موجود ہیں۔ امام جعفر صادقؑ اکثر زنادقہ اور غیر اسلامی علماء سے مناظرہ کیا کرتے تھے اور اُن کو

Marfat.com

قائل کرتے تھے۔ خیرات، توکل، طلب رزق۔ صراطِ مستقیم اور تفسیر آیاتِ قرآنی گناہانِ کبیرہ، شرک، ناامیدی از خدا، حقوقِ والدین۔ حقوقِ زوجین۔ قتل النفس، قذف المحصنات۔ اکلِ مالِ یتیم و فرار از جہاد، سود خواری۔ جادو زنا، خیانت، منعِ زکاۃ، شہادتِ زور، کتمانِ شہادت، شربِ خمر، ترکِ نماز شکستِ معاہدہ و قطعِ رحم۔ کذب۔ عذابِ خدا سے بے پرواہی۔ کفرانِ نعمت، اعلام۔ بدعت، مسئلہ قتل بعد موت، اولوالامر وغیرہ نہایت اہم مسائل پر ان آئمہ علیہم السلام نے لوگوں کو تعلیم دی اور ان کے ارشادات موجود ہیں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی دو نہایت مفصل و مبسوط کتابیں ہیں جن میں دہریوں اور یونانی فلاسفروں کی گمراہیوں کو بہت اچھی طرح ثابت کیا ہے۔ ایک تو توحیدِ مفصل اور دوسرے کتاب اہلیلجیہ۔ اس مضمون کو ہم نے تفصیل سے اپنی کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین ص ۴۸۰ لغایت ۵۶۴ میں بیان کیا ہے۔ کیا یہ ظلمِ صریح نہیں ہے کہ مضمون زیرِ بحث میں جہاں غیر اسلامی اثرات کا ذکر کیا ہے وہاں آئمہ اہلبیت علیہم کی کوششوں کا مطلق ذکر نہیں کہ کس طرح انہوں نے اس بڑھتے ہوئے کفر کو روکا۔ اسلام پر دو نہایت شدید حملے ہوئے ہیں ایک تو اس وقت تک جب یزید اپنی تمام رعایا کو کفر کی طرف لے جانے لگا، اور اپنی تمام سلطنت میں از سرِ نو کفر کو واپس لانے کا ارادہ کیا دوسرے اس وقت جب بنو اُمیہ و بنو عباس کی مدد سے یونانی الحاد نے اذہانِ مسلمین پر حملہ کیا۔ اوّل حملہ کا مقابلہ تو امام حسینؑ نے اپنی اور اپنے اعزاء اقربا اور احبا کی جان دے کر کیا۔ اور دوسرے حملہ سے امام محمد باقرؑ اور امام جعفر

Marfat.com

صادقؑ اور امام علی رضاؑ وغیرہم آئمہ اہلبیتؑ نے مسلمانوں کو بچایا۔ اور مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ ان کا احسان ماننا تو کجا ان کا ذکر تک نہیں کرتے۔ آخر یہ اہلبیتِ رسولؐ سے بے رخی اور عناد کیوں ہے؟ طلوعِ اسلام اتنی غیر ضروری باتوں کا ذکر کرتا ہے کہ وضعِ حمل میں عورت کو درد کیوں ہوتا ہے؟ کس کی صورت میں شیطان نے جنت میں داخل ہو کر آدم و حوّا کو بہکایا۔ جنت کہاں تھی عدن کے مشرق میں یا مغرب میں، سانپ کا رزق مٹی کیوں ہے؟ وہ زمین پر کیوں سینے کے بل رینگتا ہے؟ وہ کون سا درخت تھا کہ جس کا پھل کھانے سے آدم و حوا کو منع کیا گیا تھا۔ شیعہ مغرب کی نماز کیوں دیر سے پڑھتے ہیں؟ رجعتِ امام کے کیوں قائل ہیں۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ نہیں دیکھتے کہ سارے کا سارا فتنہ ہی مسخ ہو گیا۔

۴۔ خلافتِ صدرِ اول کی فتوحات کی خرابیاں

جہادوں کے سلسلہ میں اس پر بہت زور دیا جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے توسیعِ مملکت ہوئی اور اسلام بہت پھیلا۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ان فتوحات سے اسلام اور مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔

تاریخِ عالم کا مطالعہ اور روز کا مشاہدہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے، کہ دنیا میں بہت سے ایسے نظریات و معتقدات اور بہت سے ایسے حالات و واقعات ہیں جو بظاہر آنکھوں کو دلآویز نظر آتے ہیں لیکن در اصل زہر آمیز ہوتے ہیں اسی امرِ واقعہ کو قرآن مجید میں اس حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے عَسٰیٓ اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ۔ جاہلوں کی ہر ایک جماعت نے (مسلمان اس

کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔) اپنے ملک کو فتوحات و توسیع کو نہایت خوشی و فخر کے ساتھ دیکھا اور بطور حجز کے بیان کیا وہ یہ نہ سمجھے کہ ان کے اسباب کیا تھے اور اب نتائج کیا ہوں گے۔ جس فاتح کو اب ہم اعظم کا لقب دے رہے ہیں اس نے دراصل طوفانِ مصیبت اور نکبت کا رُخ ہماری طرف کر دیا ہے یہ فتوحات علامت ہیں اس بات کی کہ ہمارا عروج ختم ہو گیا۔ اور اب ہم رو بہ تنزل ہیں جب قوم کا حاکم اندرونی معاملات کے سلجھانے سے عاجز ہو جاتا ہے تو وہ قوم کو بیرونی فتوحات پر لگا دیتا ہے۔ تاکہ اس کی شہرت اور سلطنت دونوں قائم رہیں۔ فتوحات نہیں ہو سکتیں جبتک مسلسل فوج کشی نہ جاری رہے اور حاصل شدہ فتوحات قائم نہیں رہ سکتیں جبتک سارا ملک ایک فوجی کیمپ نہ بنا رہے۔ جہاں ذرا آنکھ جھپکی اور وہ تمام مفتوحہ اقوام جو اس فاتح قوم کے غرور و پندار سے عاجز آ چکی ہوتی ہیں یک لخت اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں اور اس کی طاقت و شان و شوکت کو ماضی کا ایک خواب بنا دیتی ہیں فتوحات و توسیع مملکت سے جو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان میں سے چند کا شمار ہم کرتے ہیں

۱۔ ساری اقوام میں غرور و پندار پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ اوّل تو یہ غرور و پندار خود ہی قابلِ نفرت شے ہے اس کے ساتھ ہی اور اس کے نشہ میں فاتح قوم اپنی مفتوحہ اقوام پر ظلم و زبردستی کرنے لگتی ہے جس سے رعایا میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ پھیل جاتا ہے۔ انگریزوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ رومیوں اور عربوں کے حالات ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں۔

۳۔ حکمرانِ سلطنت کو اپنی طاقت پر بے جا انحصار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اندرونی اور بیرونی معاملات میں اپنے تئیں بالکل محفوظ اور قادرِ کل سمجھنے لگتا

Marfat.com

ہے۔ یہ حالت افراد کے لئے تو ہے ہی خطرناک، بادشاہوں کے لئے بہت ہی زیادہ ہولناک ہے۔ انسان کی زندگی کا گر تو یہ ہے کہ وہ اپنے ماحول سے اس طرح چوکنا رہے جیسے وحشی جانور جال کے قریب دانہ کھاتے وقت چوکنا رہتا ہے اور چاروں طرف خطرے کے امکان کو دیکھتا رہتا ہے۔ اگر وہ ڈو دانے لگاتار بغیر سر اُٹھائے ہوئے کھائیگا۔ تو یا تو اپنے تئیں جال میں مقیّد پائے گا یا شکاری کتوں کو اپنے اُوپر سوار دیکھے گا۔

۴۔ وہ قوم جو دوسروں پر فوج کشی کرتی ہے ہمیشہ کے لئے ان اقوام کو اپنا دشمن بنا لیتی ہے۔ تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ اس عام ناراضگی سے مسلمانوں کو تو اب تک نقصان ہو رہا ہے۔ ان کے علاوہ یونانیوں، رومیوں، جرمنوں اور انگریزوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ دنیائے قدیم میں اشوری سلطنت کی مثال نہایت قابلِ عبرت ہے۔

۵۔ مسلمانوں کے مذہب سے جو لوگوں کو تنفّر ہوا اس کا سب سے بڑا سبب یہی تھا۔

۶۔ مسلسل فوج کشی سے ساری دنیا ان کی سپاہی بن جاتی ہے اور سپاہیانہ ذہنیت ہر فرد میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس ذہنیت کی چند خصوصیات یہ ہیں:۔ غرورِ بے جا۔ جہلِ مرکب یعنی جاہل ہونا اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عاقل سمجھنا اور کسی کی بات نہ ماننا۔ انسانی جان کی بے قدری، ہر وقت خون بہانے پر آمادہ رہنا۔ لڑائی اور تنازعات کو پسند کرنا۔ مذہب کی طرف سے بے رُخی۔ موت کے خیالات کی طرف سے لاپرواہی، قساوتِ قلب، فوج کے ایام میں ان کے عیش

Marfat.com

عشرت کے مشغلوں پر پابندی تھی۔ اب فوج سے آنے کے بعد یہ لوگ عیش و عشرت کی طرف اس طرح لپکتے ہیں جیسے بھوکا بھیڑیا اپنے شکار کی طرف جھپٹتا ہے

۷۔ ان فتوحات کے بعد مفتوحہ ممالک سے اس قدر عیش و عشرت کے سامان آجاتے ہیں کہ اُوپر کے طبقے کا ہر فرد ان میں منہمک ہو جاتا ہے۔

۸۔ عوام الناس کو ان جنگ ہائے عظیم کے بعد قحط، گرانی، افلاس بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۹۔ باہر کے ہر قسم کے نظریات و معتقدات اور رسم و رواج رکھنے والے لوگ ملک میں آن کر قوم میں مل جاتے ہیں اور اس طرح قومی اور مذہبی و تمدنی خصوصیات قوم میں سے چلی جاتی ہیں۔ مذہب پر خاص طور سے اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔

۱۰۔ وسعتِ سلطنت کی وجہ سے انتظام ملکی خراب ہو جاتا ہے۔ مرکز کی طرف سے معقول اور مؤثر دباؤ نہیں رہتا۔ اور صوبوں کی بغاوت شروع ہو کر طوائف الملوکیت پر منتج ہوتی ہے۔ اورنگ زیب کی فتوحاتِ دکن اس کی نمایاں مثال ہے اور جب یہ انحطاط شروع ہوا تو پچاس سال کے اندر صوبہ اودھ، صوبہ بنگال اور پھر صوبہ دکن کی بغاوتیں شروع ہو گئیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کو ہندوستان میں قدم جمانے کا موقعہ مل گیا۔

۱۱۔ جنگ کی مشغولیتیں حکمرانوں کو رعایا کی طرف سے لاپروا بنا دیتی ہیں، رعایا میں بددلی پھیل جاتی ہے، رفاہِ عام کے کام نہیں ہو سکتے۔ صنعت و تجارت، تمدنی و تعلیمی ترقی کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ ہمیشہ جنگ ہائے بیرونی اور ترقی اندرونی تناسبِ معکوس میں رہتی ہیں۔

Marfat.com

۱۴۔ ایسے سخت اور ظالمانہ قانون جاری کرنے پڑتے ہیں کہ جن سے رعایا میں بد دلی پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسری جنگِ عظیم میں ہر ایک نے ہندوستان کے جلدی میں مرتب کیے ہوئے قوانین کا اثر دیکھا ہوگا۔ آخر کار انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنا ہی پڑا۔

ہر ایک غور و فکر کرنے والا انسان تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا۔ زمانہ حال کا نہایت نامور مورخ J.A. Toynbee. اپنی مشہور کتاب A study of History میں ان ہی خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ ہم اس کی کتاب سے تین اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

1. Geographical expansion produces social retardation. Vol. III. P. 137.

2. On an empirical test, a good case can be made out for a correlation of Geographical expansion, not with social growth, but, on contrary, with social disintegration. Vol. III P. 139.

3. We are almost warranted in regarding geographical expansion as a social disease: an elephantiasis or fatty growth: a running to stalk or a running to seed; the malady of the reptiles, who turned on the eve of being surpassed by Mammals...Vol III. P.153.

Marfat.com

ترجمہ۔ (۱) توسیع مملکت سے قوم کی ہر قسم کی ترقی رک جاتی ہے

(۲) واقعاتِ عالم کے مشاہدات اور تجربات سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ توسیع مملکت میں مناسبت ہے۔ تمدنی ترقی سے نہیں، بلکہ اس کے برعکس تمدنی انتشار اور پراگندگی سے۔

(۳) ہم توسیعِ مملکت کو ایک تمدنی بیماری تصور کرنے میں حق بجانب ہیں۔ یہ بیماری ایسی ہے کہ جیسے بدن کا ورم سے پھول جانا۔ یا چربی کا جسم میں بیجا جماؤ۔ جیسے درخت اپنی سبزی ختم کر کے ایک موٹا سوکھا ہوا گدا رہ جاتا ہے یا جیسے اپنی عمر ختم کر کے بچون کی حالت میں ہو جاتا ہے یہ مشابہ ہے ابتدائی دنیا کے ان عظیم الجثہ رینگنے والے اژدہوں کے جن کے جسم اتنے بڑھ گئے کہ وہ طوفانِ بادوباراں کا مقابلہ پھرتی کے ساتھ کرنے سے معذور ہو گئے۔ اور چست و چالاک دودھ پلانے والے جانوروں نے اپنے ماحول کا مقابلہ کر کے انہیں زندگی کی کشمکش میں پیچھے چھوڑ دیا۔

تاریخِ عالم کے نظائر

اب ہم تاریخِ عالم سے نظائر پیش کرتے ہیں جن سے ان کلیات کی تصدیق ہوتی ہے

اشوری سلطنت

The Assyrian Empire دنیائے قدیم میں اشوری سلطنت نے اپنی فتوحات اور وسعتِ ملک کی وجہ سے بہت نمایاں درجہ حاصل کر لیا تھا۔ اس عالمگیر غلبہ کی وجہ سے غرور و پندار، قتل و ظلم و زیادتی اس قوم کی فطرتِ ثانیہ بن گئے تھے یہ ایسی ظالم قوم ہو گئی تھی کہ زندوں پر ظلم کرتے کرتے مُردوں پر بھی ظلم کرنے سے

Marfat.com

باز نہیں آتے تھے۔ پہلوٹھی کے بچوں کو مرتبان میں بند کرکے زمین میں گاڑ دینا ان کے یہاں رواج تھا۔ جس ملک کو فتح کرتے تھے اس کے تقریباً تمام باشندوں کو قتل کر دیتے تھے اور شہر کی عمارتوں کو منہدم کرکے اس کا نام ونشان مٹا دیتے تھے اور ان کے گزرے ہوئے بادشاہوں کی ہڈیوں کو قبر میں سے اکھیڑ کر لے جاتے تھے اور ان پر دعا و اشلوک پڑھتے تھے جس کا مدعا یہ ہوتا تھا کہ ان ہڈیوں میں روح از سر نو سرایت کر جائے اور ان کو اپنے ملک کی تباہی دیکھ کر رنج ہو۔ ظلم وقساوتِ قلبی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ ان کی مفتوحہ اقوام بھی ان کی زبردستیوں کی وجہ سے ان کے سخت خلاف ہو گئیں اور انہوں نے آپس میں مل کر ان پر حملہ کر دیا۔ ۶۱۲ء ق م میں ان کو ایسی کامل شکست دی کہ ان کا نام دنیا سے ملیا میٹ ہو گیا اور ۶۰۶ء ق م میں ان کا دارالسلطنت نینوی ایسا اجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا۔ ان کی کثیر اور وسیع فتوحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان کا عروج پوری ایک صدی بھی نہ رہا

ایران پاستان

یہی حالت ایرانِ قدیم کی ہے ایران کی پرانی تاریخ کا پہلا حصہ تو قصہ کہانیوں کی صورت میں ہے۔ تاریخی زمانہ کا سب سے پہلا فاتح کروش اعظم (Cyrus the Great) ہے جس نے ایران پر ۵۴۶ء ق م سے ۵۲۹ء ق م تک حکومت کی۔ ایشیائے کوچک کے یونانیوں کو ۵۳۰ء ق م میں فتح کر لیا مصر کا ارادہ کر رہا تھا کہ مر گیا۔ اس کے لڑکے اور جانشین (Cambyses) نے مصر پر فوج کشی کی اور ۵۲۵ء ق م میں جنگ Pelusion کو فتح کر کے مصر پر قبضہ کر لیا

Marfat.com

اب اس کی سلطنت دنیائے قدیم میں سب سے زیادہ وسیع ہوگئی لیکن اس وسعت اور ان فتوحات کا یہ نتیجہ ہوا کہ سلطنت میں چاروں طرف بدامنی اور بغاوت پھیل گئی اور مفتوحہ اقوام نے آپس میں سازشیں شروع کر دیں کمبوجیا ایسا پریشان ہوا کہ اس نے ۵۲۱ء ق م میں خودکشی کرلی۔ کمبوجیا کے بعد دارا تخت نشین ہوا۔ اس نے ۵۲۱ء ق م سے ۴۸۵ء ق م تک حکومت کی۔ شروع شروع میں تو بغاوتوں اور سازشوں کے فرو کرنے میں لگا رہا پھر بذریعہ فتوحات بیرونی نام ونمود حاصل کرنے کا خیال آیا۔ چنانچہ پہلے تو اس نے سیتھیا (Scythia) کو فتح کیا۔ پھر یونان کی طرف رخ کیا۔ یہ پہلا منظم حملہ تھا جو مشرق نے مغرب پر کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق و مغرب میں آپس میں ایسی منافرت ہوگئی جو اب تک باقی ہے پہلے تو ایران کو یونان میں کامیابی ہوتی رہی۔ تھریس پر قبضہ کرلیا۔ ایک دفعہ ایتھنز پر بھی قابض ہو گئے لیکن آخر کار ایتھنز کی افواج نے ۴۹۰ء ق م میں جنگ (Marathon) میں ایرانیوں کو شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ اس جنگ کے بعد مصر میں ایرانیوں کے خلاف بغاوت ہوگئی ۴۸۵ء ق م میں دارا مرگیا اور اس کا لڑکا خشایارشا (Xerxes) تخت نشین ہوا۔ اس نے پھر یونان پر حملہ کیا اور ۴۸۰ء ق م میں وہ بڑی جنگ بمقام Salamis ہوئی جس نے تاریخ عالم کا رخ بدل دیا۔ ایرانی پسپا ہوئے۔ یونانیوں نے تعاقب کیا۔ پھر جنگ (Plataca) پر ۴۷۹ء ق م میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو کر ایشیائے کوچک میں آگئے۔ اندرونی بدامنی شروع ہوگئی اور آخر کار ۴۶۵ء

Marfat.com

ق م میں Xerxes کو اس کے ہی گارڈ نے قتل کر دیا اور اس طرح ایران کی عظمت و شوکت ساٹھ سال کے اندر ختم ہو گئی۔ ان فتوحات کا اتنا نتیجہ ضرور مستقل ہوا کہ ملک میں تمدنی اور اقتصادی بربادی ہو گئی۔

یونان یونان کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ سکندر اعظم کی عظمت و جنگی کارناموں کے افسانے یورپ اور ایشیا میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ (۳۵۹ ق م تا ۳۳۶ ق م) کو بھی فتوحات کا شوق ہوا۔ ۳۳۸ ق م میں جنگ کرونیا Chaeronea میں ایتھنز اور دیگر شہر دل کی حکومتوں کی مشترکہ افواج کو شکست دے کر یونان کا کیپٹن جنرل بن گیا۔ لیکن جب اس نے اپنی دوسری شادی کی اور اس کی پہلی بیوی اولمپیا (Olympia) نے جو ایک شہوت پرست عورت تھی دیکھا کہ اس کے لڑکے سکندر کی تخت نشینی خطرے میں ہے تو اپنے خاوند فلپ کو ۳۳۶ ق م میں قتل کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ اس قتل میں سکندر کا بھی ہاتھ تھا، کیونکہ فلپ کی دوسری بیوی کے بھائی نے فلپ کے سامنے بھری مجلس میں سکندر کو حرامزادہ ہونے کا طعنہ دیا تھا جو سکندر کی ماں کی بدعنوانیوں کی وجہ سے اس پر چسپاں بھی ہو گیا۔ ماں بیٹوں کو خیال ہوا کہ اگر یہ شہرت جس کو فلپ کی محفل میں طعنہ دے کر خاموشی سے تقویت دیدی تھی، عام ہو گئی تو سکندر کی تخت نشینی معرضِ خطر میں پڑ جائے گی۔

اگرچہ ایتھنز کو شکست ہو گئی تھی لیکن اس کے دل میں اپنے فاتح مقدونیہ کے خلاف نہایت سخت جذبہ نفرت کا موجزن تھا۔ سکندر نے

Marfat.com

دیکھا کہ اگر انہوں نے بغاوت کی تو اس کا فرو کرنا بہت مشکل ہو گا لہذا اس نے وہی تدبیر اختیار کی جو اس قسم کی ذہنیت کے بادشاہ کرتے آئے ہیں۔ فوراً ایران اور ہندوستان کی مہم اختیار کر لی اور فتوحات کرتا ہوا چلا گیا تا آنکہ موت ہی نے آخر ۳۲۳ ق م میں اس کا ہاتھ روکا۔ اس کی فتوحات نہائت عظیم الشان تھیں۔ اتنے دور دراز مرکز سے مصر، بابل و ایران و ہندوستان کو فتح کرنا اس زمانہ میں آسان بات نہ تھی اور اگر اس کے سپاہیوں کی ہمت اس کی پرواز میں اس کا ساتھ دیتی تو بنگالہ تک فتح کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن یہ فتوحات اور وسعت ملک ہی مقدونیہ اور یونان کی بربادی کا باعث ہوئیں۔ اتھنز میں سکندر اور مقدونیہ کے خلاف اتنی نفرت تھی کہ سکندر کے مرنے کے بعد سکندر کے استاد ارسطو کو ایتھنز میں ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ اور اس عظیم الشان یونانی سلطنت کے جو مشکل پندرہ سال قائم رہی۔ سکندر کے مرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے یونان کا علمی زمانہ ختم ہو گیا اور اس کے فلسفہ پر اس زوال کا اثر بہت ہی اچھی طرح نمایاں ہے ارسطو کے بعد پھر یونان کے فلسفہ کو وہ عروج نہ ہوا جو پہلے تھا۔ یہ سارا اثر ہے اس پریشانی اور بدحالی کا جو سکندر کی فتوحات نے پیدا کی تھی۔

دیگر فاتحانِ عالم کا بھی یہی حشر ہوا۔ فلپ۔ ہنی بال، شارلمین، نپولین ولیم اور ہٹلر ان سب کی فتوحات ان کے ساتھ ہی دفن ہو گئیں۔ اور پیچھے مصیبتیں ملک کے لئے باقی رہ گئیں۔ سکندر اعظم نے اپنی فتوحات سے بڑی لمبی چوڑی سلطنت قائم کر لی۔ لیکن اس کی فتوحات کا نتیجہ یونان اور یونانیوں کی بربادی تھا۔ اتنی وسیع اور بے ڈول سلطنت پیدا کر لی کہ اس کا سنبھالنا مشکل ہو گیا

Marfat.com

اور اس کے مرتے ہی مختلف جنرلوں نے آپس میں تقسیم کر لی جن کی آپس کی لڑائیوں نے یونانی تہذیب کو مٹا دیا۔ نپولین، ولیم اور ہٹلر کی فتوحات نے ان کے زمانہ میں تو ایک تلاطم پیدا کر دیا، لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ فرانس اور جرمنی کے حصے بخرے ہو گئے شارلمین کی فتوحات اور اس کی عظیم الشان سلطنت کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس نے فتوحات کے زعم اور کبر و غرور کے جوش میں اپنے مذہب مسیحیت کو تلوار کے زور سے پھیلانا چاہا۔ اب تک عیسائیوں نے Peaceful Penetration (یعنی صلح و آشتی سے دل میں گھر کرنا) کے اصول سے بہت ترقی کی تھی لیکن شارلمین نے Saxony سیکسنی کو تلوار کے زور سے عیسائی کرنا چاہا۔ اس کو فتح تو کر لیا لیکن یہی فتح اس کی بربادی کا باعث ہوئی۔ جب سویڈن اور ناروے نے دیکھا کہ خطرہ اتنا قریب ان کی حدود کے پاس آ گیا ہے تو وہ بھی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کے ملک میں قتل و غارت شروع کر دیا اور اس کو اور اس کے ورثا کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ شارلمین تو جنوری ۸۱۴ء میں مر گیا لیکن یہ فتنہ و فساد اپنے ورثا کے لیے چھوڑ گیا اور آخر کار اس کی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے۔

تاتاری و تیمور اب ذرا تاتاریوں اور تیمور کی فتوحات پر نظر ڈالیے۔ تیرھویں صدی عیسوی تھی کہ خداوند تعالیٰ نے اپنا عذاب الیم بنی نوع انسان پر ان تاتاریوں کی شکل میں بھیجا۔ یہ ٹڈی دل منگولیا۔ ترکستان اور ماوراء النہر سے اٹھا اور نہایت قلیل عرصہ میں تمام مہذب دنیا پر چھا گیا۔ ان خونخواروں نے دیکھتے دیکھتے ایشیا

اور یورپ کو خون سے رنگ دیا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ جس تیزی سے یہ طوفان اٹھا تھا اسی تیزی سے اتر گیا۔ خداوند تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ فاتح قوم کی فتوحات ہی اس کی بربادی کا باعث ہوتی ہیں تاتاریوں کے تین حملے ہوئے۔ پہلا حملہ چنگیز خاں کا بدوران ۲۷-۱۲۱۹ء تھا جس کا رُخ خوارزم اور ایران کی طرف تھا۔ دوسرا حملہ منگو خان کے زمانہ میں ہلاکو خان کا بدوران ۶۵-۱۲۵۵ء تھا۔ ہلاکو خان نے ۱۲۵۸ء میں بغداد کو تاراج کر کے خلافتِ عباسیہ کو ختم کیا تیسرا حملہ تیمور خاں کا تھا جس کا زمانہ ۱۴۰۰-۱۳۸۰ء ہے۔ پہلے دو حملہ آور کافر تھے۔ تیمور مسلمان تھا لیکن بیرحمی اور سنگدلی میں سب برابر تھے۔ ۱۳۲۷ء میں چنگیز خان کے مرتے ہی اس کی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے اور آخر کار نومبر ۱۳۳۵ء میں ابو سعید کے مرنے پر ایران میں ان ترکوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

تیمور ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ ہجری مطابق ۸ اپریل ۱۳۳۶ء میں پیدا ہوا۔ ۱۳۸۰ء سے اس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۴۰۵ء میں مر گیا۔ اس عرصہ میں اس نے پچاس یلغاریں کیں۔ اتنے آدمیوں کو قتل کیا کہ جس کا شمار ممکن نہیں؛ سینکڑوں شہروں کو برباد کیا۔ اس کے کارہائے نمایاں کی چند مثالیں یہ ہیں۔ ۸۴-۱۳۸۳ء میں سیستان کے لوگوں کا قتل عام کیا اور تقریباً دو ہزار سے زائد زندہ آدمیوں کو ایک کے اوپر ایک رکھ کر

Marfat.com

لمبا مینار بنایا اور اس کو زندہ آدمیوں، سمیت اینٹ اور چونے سے چن دیا۔ نومبر ۱۳۸۷ء میں اصفہان کے ستر ہزار باشندوں کو لائنوں میں کھڑا کر کے قتل کرا دیا۔ ۱۳۹۸ء میں دہلی اور اس کے نواح میں ایک لاکھ قیدیوں کو قطاروں میں کھڑا کرا کے جلادوں کو حکم دیا کہ ان کو قتل کرتے جاؤ۔ وہ سب اس بیکسی کی حالت میں قتل ہوگئے۔ تقریباً چار صدیوں کے بعد نادرشاہ نے بھی دہلی میں ایسا ہی کیا تھا۔ بالتخصیص ۱۴۰۱ء میں تیمور کے حکم سے چار ہزار آرمینی زندہ زمین میں دفن کردیئے گئے۔ اور اسی سال حلب اور دمشق میں بنی نوعِ انسان کی کھوپڑیوں کے کئی اونچے اونچے مینار بنائے۔ بایزید یلدرم کے ساتھ جو کیا وہ ایک علیحدہ داستانِ غم ہے۔ قریب ہی تھا کہ وہ روم کو فتح کرکے یورپ پر قبضہ کرے کہ یورپ کے عیسائیوں نے تیمور سے سازش کرکے تیمور کو بایزید پر حملہ کرنے کو آمادہ کرلیا۔ یورپ کی سازش ہمیشہ کارگر رہی ہے۔ تیمور و بایزید دونوں ترک، دونوں مسلمان۔ لیکن تیمور عیسائیوں کے کہنے میں آگیا۔ انقرہ کی لڑائی میں بایزید کو شکست ہوئی اور عیسائیت بچ گئی۔ ہم نے اس سازش کا ذکر تفصیل سے اپنی کتاب البلاغ المبین حصہ دوم صفحہ ۵۷۱ تا ۵۷۸ میں کیا ہے۔

اس مسلمان فاتح کے یہ چند کارنامے ہیں۔ اس کا یہ جواب درست نہ ہوگا کہ ترکوں کی قوم ہی اپنی خصوصیات و کردار سے ایسی ظالم اور خونخوار ہوتی ہے محتاج

Marfat.com

ابن یوسف تو خاص عرب تھا۔ اس کے ظلم و قتل کے نمونے اس سے کم نہیں کربلا کے میدان میں جو مسلمانوں نے ظلم، بیرحمی اور خونخواری کی مثال قائم کی، اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ وہ بھی خالص عرب تھے۔ زندہ آدمیوں کو ستون کے اندر چننے کی سنت تیمور اور چنگیز خاں سے پہلے جناب منصور عباسی قائم کر چکے تھے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس میں ترک و جرمن و مغل کی تمیز درست نہیں ہے جابر فتوحات کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ فتوحات کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ فاتح کے دماغ میں کبر و غرور پیدا ہو جاتا ہے اور جب دماغِ انسانی کبر و غرور سے مملو ہوتا ہے تو سب سے پہلے جس سے وہ بغاوت کرتا ہے وہ خداوند تعالیٰ ہوتا ہے۔ خدا کی سنت و شریعت انسان کے عمل پر حدود و بندش قائم کرتی ہے اور یہ بات فاتح عالم کو پسند نہیں ہوتی۔ یہ قتل و غارت ظلم و تعصب حقوقِ بندگانِ خدا اللہ تعالیٰ سے بغاوت کا براہ راست نتیجہ ہوتا ہے

تیمور کی فتوحات نے توسیع اسلام کو روک دیا

چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسلام ساری دنیا پر محیط ہو جائے گا اور کم سے کم ایشیا میں تو اس کا مکمل قبضہ ہو جائے گا لیکن تیمور کی فتوحات و یلغار نے مسلمانوں کو بالکل کمزور کر دیا۔ یورپ میں ترکوں کی طاقت کو سخت صدمہ پہنچا اور ایران اور اس کے اردگرد کے ممالک میں خانہ جنگیوں نے یہ حالت کر دی کہ اسلام بدنام ہو گیا اور مسلمان کمزور، حالت یہاں تک بگڑ گئی کہ تیمور کے بعد دو ہی صدیوں کے اندر تمام منگول اور دیگر قبائل نے بدھ مذہب اختیار کر لیا۔ غور کرو کہ اگر سنہ ۱۳۸۱ء

Marfat.com

جب تیمور ایران پر حملہ نہ کرتا اور محض اپنے ملک کی اخلاقی اور اقتصادی وعلمی ترقی اور مضبوطی کی طرف اپنی ساری توجہ مبذول کرتا تو آج کو حالات کیسے ہوتے روس اور علاقہ ماوراء النہر کی حالت بالکل برعکس ہوتی۔ روس نہ عیسائی ہوتا اور نہ فاتح۔ بلکہ مسلمان ہوتا اور مفتوح ــــ اور سمرقند ماسکو پر حکومت کرتا ہوتا۔

عرب کے مسلمانوں کی فتوحات و توسیع مملکت

مورخین میں یہ ایک رسم پڑ گئی ہے کہ تمام مسلمان ملکوں کی تاریخ کو گڈمڈ کر کے اس کا نام اسلامی تاریخ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے مذہب کو قوم میں تبدیل کر دیا ہے اسلام کو ایک قوم سمجھ کر اپنے خیال میں اس سے اسلامی قوم کی تاریخ مطلب ہے لیکن یہ بھی غلط ہو گا کیونکہ اسلام میں تو بہت سی قومیں داخل ہوئیں اور اپنے علیحدہ رسم ورواج و تہذیب لے کر داخل ہوئیں اور مورخین نے خصوصاً یورپین مورخین نے جتنی قومیں مسلمان ہوئیں ان کے عیوب اسلام کے سر تھوپ دیئے۔ اپنے نقطۂ نگاہ سے عیسائی مورخین تو ایسا کرنے میں اپنا مطلب پورا کر رہے تھے۔ کیونکہ اسلام کو بدنام کرنا ہی اُن کا مقصد تھا لیکن مسلمانوں کو دیکھیئے کہ یوروپ کی تقلید میں خود بھی اسلام کو اسی طرح بدنام کرنے لگے۔ اس تاریخ کو تو مسلمان اقوام کی تاریخ کہنا چاہیئے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ جناب رسولؐ خدا کی رحلت کے دن جو مسلمانوں نے مدینہ میں حکومت قائم کی وہ خلافت یا نیابتِ رسول نہ تھی یہ بات خود اُن کے اُن نظریات و معتقدات سے ثابت ہے جو اس حکومت کے ارکان نے مرتب کیے تھے اور لوگوں میں بڑی کوشش سے پھیلائے تھے۔ ان کا سب سے

Marfat.com

اہم نظریہ جس پر ان کی حکومت کا انحصار تھا یہ تھا کہ جناب رسول خدا نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا بلکہ اپنا حاکم مقرر کرنا خود لوگوں کا حق تھا۔ چنانچہ انہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ کر حضرت ابوبکر کو اپنا خلیفہ مقرر کر لیا۔ جب یہ صورت ہے تو یہ لوگ جناب رسول خدا کے خلیفہ یا نائب نہ ہوئے بلکہ لوگوں کے منتخب شدہ حاکم ہوئے۔ جب جناب رسول خدا نے اپنے عہد میں کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تو جس شخص کو عوام الناس نے حاکم مقرر کیا اس کے لئے یہ کہنا جائز نہیں کہ میں جناب رسول خدا کا خلیفہ یا نائب ہوں۔ وہ تو محض لوگوں کا حاکم ہے۔ یہ اختیار فقط اصل کو ہے کہ اپنا نائب یا ایجنٹ مقرر کرے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اصل شخص تو خود نائب مقرر نہ کرے۔ دوسرے لوگ کہیں کہ ہم نے تمہارا نائب یا ایجنٹ مقرر کر دیا ہے۔ یہ بھی خوب ہوا۔ مانو یا نہ مانو یہ تمہارا نائب ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت ہے۔ جس اسلام میں جمہوریت ہے اُس اسلام میں نائب یا خلیفہ رسول نہیں ہو سکتا۔ ڈیموکریسی کے ملک میں زیادہ سے زیادہ صدر یا پریسیڈنٹ ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک پریزیڈنٹ دوسرے کا نائب یا جانشین نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ایک صدر لوگوں کی کثرت آراء کی بناء پر آزادانہ با اختیار خود صدر ہوتا ہے۔ اور وہ علیحدہ شخص حکمران بھی نہیں ہوتا بلکہ کانگرس یا پارلیمنٹ کے ساتھ مل کر حکومت بنتی ہے۔ ہماری اس رائے کی تائید ان تقریروں اور بحثوں سے ہوتی ہے جو سقیفہ بنی ساعدہ میں حاکم کے تقرر کے وقت ہوئی تھیں۔ اگر جناب رسول خدا کا جانشین مقرر کرنا ہوتا تو جناب رسول خدا کے اقوال کو بیان کیا جاتا کہ آنحضرت کس شخص کو کیسا سمجھتے تھے۔ اور پھر قرآنی شریعت کو درمیان میں لایا

Marfat.com

جاتا کہ اس کے اصول، اوامر و نواہی کے مطابق کون شخص جانشین رسول ہو سکتا ہے اور پھر تمام امیدواروں اور ان کے فضائل کا ذکر ہوتا۔ وہاں یہ کچھ نہیں ہوا بلکہ وہاں تو قومیت کا سوال آگیا کہ حاکم مہاجرین مکہ میں سے ہو یا انصارِ مدینہ میں سے۔

غالباً اسی خیال کی تقلید میں آج کل کی فضا سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے مذہب اسلام کو قومِ اسلام میں تبدیل کر دیا۔ اب گویا یہ ایک قوم ہو گئی۔ جو شخص اپنے تئیں مسلمان کہلانا پسند کرے سیاسی مفاد کی وجہ سے یا اقتصادی منافع کے لئے وہ قوم اسلام میں داخل ہو گیا۔ خواہ عقیدہ کچھ ہی ہو۔ اب بین الاقوامی مباحثوں میں بھی مسلمانوں کو ایک قوم ہی سمجھ لیا ہے۔ جب تم نے خود مذہبِ اسلام کو قومِ اسلام بنا لیا تو پھر جب اس پر قوموں کے قوانین حاوی ہونے لگیں تو گھبرانا نہ چاہیئے۔ ان قوانین میں سے ایک قانون تو یہ ہے کہ ایک دفعہ عروج کے بعد جو قوم گرتی ہے وہ پھر نہیں ابھرتی۔ لاکھ کوشش کر لو کہ وہی یونانی اور رومانوی عروج والی قومیں پھر آجائیں وہ کبھی نہ ہو گا۔ شارلمین، ہٹلر، مسولینی سب اسی کوشش میں رہے۔ نام رکھ دو ہولی رومن ایمپائر یا رومانوی قوم۔ لیکن وہ رومیوں کا صبر و استقلال کہاں جس نے ہینی بال کو باوجود اس کی فتوحات کے شکست دی۔ یونانی کتنی ہی کوشش کر لیں وہ قوم نہیں پیدا ہو گی جس نے دنیائے قدیم کی سب سے بڑی طاقت یعنی ایرانی سلطنت کو شکست دیدی۔ یہی اصول قرآن شریف نے بتایا ہے۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳: ۱۴۰) جب ایک قوم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک کر دی جاتی

Marfat.com

ہے تو پھر اس موت کے بعد قیامت ہی میں اٹھتی ہے اس کے لئے یہی کہا جاتا ہے کہ اَلَآ اِنَّ عَادًا کَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ (۱۱: ۶۰) یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے کہ جب ہر قوم کے لئے علٰحدہ نبی مبعوث ہوا کرتا تھا۔ اسلام تمام دنیا کے لئے تھا۔ کسی خاص قوم کے لئے نہ تھا لیکن چونکہ قوموں میں تقسیم ہو جانا لوگوں کی عادت ہے لہٰذا انھوں نے اسلام کو بھی ایک قوم بنا لیا۔ جب تک اس دائرہ میں سے نہ نکلیں گے اور اسلام کو مذہب نہ سمجھیں گے یہ اسی طرح رہیں گے۔ کہیں دنیاوی فتوحات سے قومیں بنتی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے لاکھ جتن کئے نہ اُبھرے۔ مولوی حالی نے خوب کہا ہے۔ لیکن غلطی بھی کر گئے۔

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے　　اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد　　دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے

غالباً شاعری کی حدود نے یہ غلطی حالی سے کروائی ہے۔ اسلام نہیں گرا۔ مسلمان گرے ہیں۔ اسلام تو بدستور سابق اب بھی سب پر بھاری ہے اور جب تم اس کو مذہب سمجھ کر اس کو پکڑو گے تو تم بھی سب پہ غالب آجاؤ گے حکومت ایک عارضی شئے ہوا کرتی ہے۔ آج تمہاری ہے کل کسی اور کی ہو گی۔ دنیا کی حکومت تم کو مسلمان ہونے کی وجہ سے نہیں ملی تھی۔ حکومت حاصل کرنے کے گر اور قاعدے اور ہیں۔ اگر تم مسلمان ہوتے تو حکومت جانے کے بعد بھی مسلمان رہتے لیکن حالت تو یہ ہے کہ:

حکومت بھی گویا کہ اک جھول تم پر　　کہ اُڑتے ہی اس کے نکل آئے جوہر

Marfat.com

خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ ہم کہہ رہے تھے کہ جو حکام جناب رسول خدا کے بعد آئے وہ جانشین رسول یا نائب رسول نہ تھے۔ اجلاس سقیفہ کا ہم ذکر کر چکے۔ واقعات شوری بھی اس امر کو واضح کرتے ہیں۔ حضرت عمر کے بعد کے حاکم کے لئے یہ شرط رکھی گئی کہ وہ سیرتِ شیخین کی پیروی کرے۔ بقیۃ الجزء الثانی من تاریخ ابن خلدون۔ مطبوعہ دار الطباعۃ الخدیو بولاق مصر المغربیہ در ۱۲۸۴ہجری ص ۱۲۴ تا ۱۲۶ کتاب الامامۃ والسیاستہ لابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی ۲۷۰ہجری ص ۲۴، ۲۵ تاریخ طبری عربی الجزء الخامس ص ۳۵ تا ۳۸۔ شمس التواریخ ص ۱۲۱۱ تا ۱۲۱۴ تاریخ ابی الفداء الجزء الاول ص ۱۶۶۔ اگر وہ جانشینِ رسول سمجھا جاتا تو پھر سنتِ شیخین کی شرط کی کیا ضرورت تھی اور اسی وجہ سے حضرت علی نے اس شرط کو نہ مانا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ کے علاوہ کسی اور شخص نے قولاً یا فعلاً اپنے تئیں جانشینِ رسول نہ سمجھا۔

جب تک ان کی عظمت و جلالت باقی رہی تو بنو امیہ یا بنو عباس میں سے کسی نے اپنے تئیں جانشین یا خلیفۂ رسول نہ کہا۔ ہاں جب اُن کی طاقت کم ہونے لگی اور انہیں لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی ضرورت ہوئی تو اُن کے دیگر امور پروپاگنڈا میں سے ایک یہ امر بھی تھا کہ ہم رشتہ دار اور جانشینِ رسول ہیں۔ لیکن ان کے افعال اُن کے اس دعوے پر چغلی کھاتے تھے اور منطقی حیثیت سے یہ دعوے مضحکہ خیز تھا کیونکہ شروع ہی سے

Marfat.com

ان کی حکومت کی بنیاد وراثتی سلسلہ کے انکار پر تھی۔ ورنہ علیؑ خلیفہ ہوتے نہ کہ ابوبکر۔ اور امام حسین خلیفہ ہوتے نہ کہ یزید۔

ایک طرف تو وہ انکار اور اب ضرورت پڑنے پر یہ دعویٰ۔ یہی وجہ تھی کہ حکامِ صدرِ اوّل نے جانشینِ رسولؐ کے سوال کو درمیان ہی میں نہ آنے دیا۔ اندریں صورت مسلمانوں کی تاریخ کو اسلامی تاریخ کہنا تاریخی غلطی ہے۔ یہ اسلام کی تاریخ نہیں ہے جو اس نام کے تحت میں دنیا میں رائج ہے۔ یہ تو مسلمانوں کی تاریخ ہے۔ ہم یہاں عرب کے مسلمانوں کی لڑائیوں اور فتوحات پر بحث کرتے ہیں کیونکہ سارا سلسلہ ان سے اور ان کی تقلید سے شروع ہوتا ہے بلکہ ان کی ہی لڑائیوں سے مسلمانوں کے مذہب کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے اور ان کا مذہب بالکل مسخ ہوگیا۔ اصلی اسلام ہی نہ رہا۔

فتوحات سے نقصان

اس لشکرکشی اور ان فتوحات سے مسلمانوں اور اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے اور ابھی اس کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی تاریخ کے مطالعہ کے وقت یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حکومت نے جو جناب رسولِ خدا کی رحلت کے بعد قائم ہوئی محض سیاسی ضرورتوں اور سیاسی امور کی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھا اور جب کبھی دین اور ضروریاتِ ملکی میں تصادم ہوا تو انھوں نے ہمیشہ اُن امور کو ترجیح دی جو اُن کے زعم میں کارکنانِ حکومت اور سلطنت

Marfat.com

کے قیام کے لئے ضروری تھے۔ مسلمانوں کا مدینہ سے اس خوشنما طریقہ سے اخراج درآنحالیکہ ان کی مذہبی خامی ابھی اس طرح فلسفی دنیا میں پھینکے جانے کے متقاضی نہ تھی ان ہی امور مرجحہ میں سے ایک امر ہے۔ ان سپاہیوں کے دلوں میں ابھی اسلام کی تعلیم پختہ نہیں ہوئی تھی کہ ان کا ایران و یونان کے فلسفہ سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ لوگ ان سے مرعوب ہو گئے۔ اپنے تئیں جاہل اور ان لوگوں کو عالم سمجھا۔ ان مسلمان افواج میں وہی لوگ تھے جو اپنی عمر کے زیادہ حصے تک کفر کی آلودگی میں غلطاں رہ چکے تھے۔ تخیلاتِ کفران کے اندر الحاد کی عادت ثانیہ پیدا کر چکے تھے۔ زمانۂ نشوونما نے جس کو سنِ طفولیت کہتے ہیں ان کے دل میں کافرانہ تخئیل و رسوم اور کافرانہ طرزِ زندگی کے لئے محبت و جاذبیت پیدا کر دی تھی۔ اسلام ان کے لئے نیا مذہب، نیا تخیل، اور بالکل متضاد و مخالف طرزِ رہائش و طریق تمدن لے کر آیا۔ اگرچہ وہ اسلام سے مغلوب ہو گئے لیکن اسلام اور اسلامیوں سے محبت نہ کر سکے۔ ان کے ذہن نے اسلام کو بہتر مذہب سمجھا اور قبول کر لیا۔ لیکن ان کا دل ان کے دماغ سے ہم آہنگی نہ کر سکا۔ پرانے رسوم و عقائد عادتِ ثانیہ بن کر دل میں گھر کر چکے تھے اور دماغ پر قبضہ کر چکے تھے۔ امورِ اعتقادیہ کو پختہ کرنے کے لئے استمرارِ عمل کی ضرورت ہے تاکہ اعتقادات عادتِ ثانیہ میں تبدیل ہو کر محرکِ عمل ہو سکیں۔ جناب رسولِ خداؐ کا زمانہ زمین کو ہموار کرنے اور کفر کی جسمانی طاقت سے مقابلہ کرنے میں گزر گیا۔ اسلام کے فلسفہ پر غور کرنے کا زمانہ شروع ہونے والا تھا کہ آنحضرت کا انتقال ہو گیا۔ عمل کا کام آنحضرتؐ کے جانشین کے لئے چھوڑا

گیا۔ اسی کو جناب رسولِ خداؐ نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ میں تو تنزیلِ قرآن کے لئے لڑا ہوں۔ اور اب میرے بعد میرا جانشین علیؑ تاویلِ قرآن پر لڑیگا۔ یہ تاویلِ قرآن ہی فلسفہ قرآن و اسلام تھا لیکن فلسفہ اسلام کی تعلیم بذریعہ قول و عمل شروع ہونے سے پہلے وہ سب خامی کی حالت میں عرب سے باہر بھیج دیئے گئے۔ ابھی ان کو اسلام سے بطور مذہب کے محبت نہیں ہوئی تھی۔ ابھی تو وہ ایک قومی جذبہ ہی دل میں پیدا کر سکا تھا۔ اور بطور مسلمان قوم شوقِ ملک گیری میں رومی اور ایرانی قوموں سے وہ لڑے۔ یہ اس وقت ہی کا اثر ہے کہ آج تک اسلام مذہب کے بجائے مسلم قوم سمجھی جانے لگی۔ شام میں ان کو وہ یہودیت اور مسیحیت ملی جو ایران کی ثنائیت اور یونان کی سوفسطائیت سے مسخ ہو چکی تھی۔ پھر ایران و یونان کے فلسفوں سے براہ راست تصادم ہوا اور ان مسلمانوں کا اسلام بھی مسخ ہو گیا۔ اکثریت کے فقہ اور اسلام پر یونان کا کتنا گہرا اثر ہوا ہے ہم نے تفصیل کے ساتھ مولوی شبلی اور دیگر علماء اکثریت کی کتابوں سے اپنی کتاب نور المشرقین من حیاۃ الصادقین میں ثابت کیا ہے۔ دیکھو اس کتاب کے صفحات ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۶۲، ۴۷۲، ۴۸۰، ۴۷ اور ۴۸۰۔ نیز دیکھو مولوی شبلی کا الکلام حصہ اول صفحات ۲، ۱۰، ۱۱، ۱۶، ۲۱، ۲۲۔

فتوحات نے دولت و ثروت کا رُخ مسلمانوں کی طرف پھیر دیا اور عیش و عشرت نے ان کو دین و دنیا کا نہ رکھا۔ ابھی صنم خانوں کے نظارے، جاہلیت کے زمانہ کی عیاشیاں اور عورت و مرد کے آزاد تعلقات کی دل آویز کہانیاں لوگوں کے دل و دماغ سے محو نہیں ہوئی تھیں کہ دولت و ثروت کی رَو اپنے ساتھ

Marfat.com

ملک شام کی شراب کے ساغر و مینا اور ایران کی حسینانِ گلفام و نازک اندام معہ ان کے چنگ و رباب کے لے آئی۔ اب کیا تھا چشم زدن میں مکہ اور مدینہ جو پہلے اسلام کے مرکز تھے اب رقص و سرود و شراب نوشی کے میخانوں میں تبدیل ہو گئے۔ یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ صحیح واقعات ہیں۔ دیکھو:-

Khuda Bakhsh: Contributions to the History of Islamic Civilisation. Introduction, PP. 13, 14, 15.

Philip K. Hitti: History of Arabs, Ed. 1950. PP. 274 to 278.

یونان و ایران کے فلسفوں کی منطق کا مقابلہ کرنا ان سپاہیوں کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ تو غنیمت اور ملک کے لالچ میں آئے تھے نہ کہ اسلام کی محبت میں۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ یہ فلسفے ہم کو مئے و مطرب کی دل آویزیوں کی طرف جانے کی اجازت ہی نہیں بلکہ ترغیب دیتے ہیں اور اسلام ان سے روکتا ہے تو انھوں نے نقد کو نسیہ سے تبدیل کرنا مناسب نہ سمجھا اور فوراً ان نئے استادوں کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے بیٹھ گئے اور یونانیوں کے فلسفوں کی کتابوں کے ترجمہ کر کے ان سے ہی دل لگا لیا۔ اب ان کے استاد بجائے محمدؐ اور علیؑ کے ارسطو اور افلاطون ہو گئے۔ عربوں کے اندر غرور و پندار پیدا ہو گیا اور غیر عرب رعایا پر وہ جور و ظلم روا رکھا جس نے بغاوتِ خراسان اور

Marfat.com

انتزاعِ سلطنت بنی امیہ کی صورت اختیار کر لی۔

مسلمانوں کے مذہب سے جو دنیا کو تنفّر پیدا ہوا اس کی ذمہ داری ان ہی فتوحات اور فوجی یورشوں پر عائد ہوتی ہے اور یہ نفرت اب تک رنگ لارہی ہے۔ ہسپانیہ نے آخر کار مسلمانوں کو نکال باہر کیا اور جس سختی اور جور کے ساتھ ۱۴۹۲ء میں مسلمانوں کا قطعی اور آخری اخراج ہوا وہ اسی نفرت کا نتیجہ تھا۔ اب جبکہ ہندوؤں کو مسجدوں اور اسلامی یادگاروں کے انہدام کا طعنہ دیا جاتا ہے تو وہ اس کا یہی جواب دیتے ہیں کہ تم نے اپنے عروج کے زمانہ میں ہمارے ساتھ کیا کیا تھا۔ تمام مفتوحہ ممالک عربوں کے دشمن ہو گئے۔ اور جب موقع ملا انھوں نے مسلمانوں کو اپنے ملک سے نہایت بے رحمی سے نکال دیا۔ غرضکہ ایک صدی کے اندر عربوں کی حکومت جاتی رہی۔ اور اس کا باعث یہی سُرعتِ فتوحات تھی۔ اور پھر نہ کبھی قائم ہو سکی۔ دنیا کے بڑے بڑے فاتحان کا یہی انجام ہوا ہے۔ شارلمین، تیمور، چنگیز خاں، لوئی چہاردہم والیٔ فرانس فلپ ثانی شہنشاہ سپین، نپولین، ولیم اور ہٹلر ان سب کا تقریباً ایک ہی جیسا انجام ہوا ہے۔

بنی نوعِ انسان کے مصائب و تکالیف میں ۷۵ فی صدی کی کمی ہو جاتی اگر افراد و اقوام میں دوسروں کا مال اور ملک ناجائز طریقہ سے لینے کا جذبہ نہ ہوتا اگر کبھی دنیا کی لڑائیوں کی تاریخ ایک جگہ پر لکھی گئی تو معلوم ہو گا کہ فقط اس ایک

Marfat.com

جذبہ نے بنی نوعِ انسان کو خدا سے کتنا دور اور شیطان سے کتنا قریب کر دیا ہے۔ کتنے ظلموں کو رائج کیا اور کس طرح آپس میں نفرت پھیلائی ہے۔ زمانہ حال کی زبان میں اس کو امپیریلزم کہتے ہیں۔ قرآن شریف اور جناب رسولِ خداؐ نے اس کو اپنی شرع میں سے نکالنے اور امت کو اس مہلک وبا سے بچانے کی بہت ہی کوشش کی ہے۔ بغیر وجہ کے دوسروں کے ملک پر چڑھائی کرنے کا نام جہاد نہیں ہے لیکن مسلمانوں نے اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو باور کرا دیا کہ اس ظلم ہی کا نام جہاد ہے۔ چنانچہ جب غیر مسلم اقوام مسلمانوں کی زیادتیوں کا ذکر کر کے ان کے خلاف نفرت پھیلانا چاہتی ہیں تو وہ مسلمانوں کے اسی "جہاد" کا ذکر کرتی ہیں۔ یہ محض غلط ہے بلکہ جب کوئی دشمن مذہب پر یا ملک پر بغیر وجہ حملہ کرے تو اسکے دفع کرنے کا نام جہاد ہے۔

ان فتوحات سے اشاعت اسلام نہیں ہوئی

ممکن ہے کہ ہمارے اس نظریہ پر یہ اعتراض کیا جائے کہ اشاعتِ مذہب کے لئے حکومت اور فتوحات کی ضرورت ہے۔ اور صدرِ اول کی فتوحات سے یہ مقصد پورا ہوا۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ تبلیغ و اشاعتِ مذہب کے لئے حکومت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ لیکن ضرورت ہے مذہب کی حکومت کی۔ نہ کہ کسی خاص قوم کی حکومت کی۔ بلکہ ہم تو اور زیادہ کہتے ہیں اسلام کا مقصد دنیا میں حکومتِ الٰہیہ کا قائم کرنا تھا اور اسی وجہ سے یہ حکومت جناب رسولِ خداؐ کی نبوت کا ایک جزو تھی۔ جناب رسولِ خداؐ کا بھی یہی مقصد تھا۔ لیکن آنحضرتؐ نے اس مقصد کو لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے اصول کو مدِنظر رکھ کر پورا کرنا چاہا تھا اور طریقہ بھی بنا دیا تھا

Marfat.com

تبلیغ کے لئے باہر وفود بھیجے تھے اور ان کو خاص ہدایت کی جاتی تھی کہ تلوار کو استعمال نہ کریں۔ معترض کا مدعا یہ ہے کہ تختِ حکومت تک تلوار کے زور سے راستہ بنانا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں کہ تلوار کا استعمال تو لوگوں کے دلوں میں نفرت اور غصہ کے جذبات پیدا کرتا ہے اور جہاں نفرت آئی وہاں تبلیغ کیونکر ہو گی۔ بلکہ تلقین و تبلیغ کے ذریعہ سے حکومت تک راستہ بنانا چاہیئے۔ دینِ مسیحؑ، بدھ مت، اور جین مت کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰؑ اس زمین سے اٹھے تھے اس وقت مذہب کی یہ حالت تھی کہ وہ گنتی کے چند گمنام اور بے رسوخ آدمیوں میں منحصر تھا اور وہ بھی ایسے ڈرے ہوئے تھے کہ اپنے تئیں حضرت عیسیٰؑ کا مقلد بھی نہیں کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے ایک نے تو غداری کر کے حضرت عیسیٰؑ کو پکڑوا دیا اور باقی سب ڈر کر بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ ان کی صلیب کے وقت ایک عیسائی بھی موجود نہ تھا۔ اصلی صلیب کو تو اس طرح چھوڑ کر بھاگ گئے، اب نقلی صلیب کپڑے کی دھجی کی بنی ہوئی گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد جب ان حواریین و دیگر مقلدین کو پچھتاوا آیا کہ ہم نے یہ کیا کیا تو اس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ اپنے مذہب کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ملوک و مجسٹریٹ تو سب اپنے سابقہ مذہب پر تھے اور یہودیوں کے زیر اثر تھے۔ وہ سب ان عیسائیوں کے خلاف تھے۔ تعلیم یافتہ طبقہ یہودیوں کا تھا وہ بھی ان کے مخالف تھے حضرت عیسیٰؑ کے بعد دینِ مسیح اپنی ترقی کے لئے صرف دو آدمیوں کا رہینِ منت ہے۔ ایک پیٹر (Peter) فطرس اور دوسرے پال (Paul)۔ ان دونوں نے تنہا

Marfat.com

ملک ملک کا سفر کر کے اس دین کی اشاعت کی اور اشاعت کے لئے انھوں نے حکومت سے سروکار نہیں رکھا بلکہ عوام الناس میں اپنے دین کو پھیلایا۔ اس دوران میں عیسائیوں پر ظلم بھی ہوتے رہے، قتلِ عام بھی ہوا، ان کی آبادیاں جلائی گئیں، لوٹی گئیں۔ سب کچھ ہوا لیکن ان کے استقلال میں کمی نہیں آئی۔ ان کی کوششیں جاری رہیں یہاں تک کہ رعایا میں یہ دین خوب پھیل گیا۔ اس وقت بادشاہ بھی بذریعہ تبلیغ عیسائی ہو گیا۔ اس طرح اس مذہب نے حکومت بھی حاصل کر لی۔ چونکہ دل کے ذریعہ سے حکومت ملی تھی لہٰذا مستقل ہو گئی۔

یہی حالت بدھ مذہب اور جین مت کی ہے۔ اشوک اور کنشک پیدائشی بدھ نہ تھے۔ بذریعہ تبلیغ ان کو بدھ مذہب میں داخل کیا گیا۔ اشوک کا زمانہ ۲۷۲ ق م لغایت ۲۳۲ ق م ہے۔ اسی طرح جین مت بذریعہ تبلیغ پھیلا۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ مذاہب صرف ایک ہی ملک میں رہے اور فتوحات نے اسلام کو دور دراز کے ممالک میں پہنچایا۔ بلکہ بدھ مذہب تبت، چین، منگولیا، برما، سیلون، افغانستان اور ایران تک پہنچ گیا۔ عیسائیت نے تو تقریباً ساری دنیا پر قبضہ کر لیا۔ عیسائیت فتوحات سے نہیں پھیلی بلکہ لوگوں میں پھیلتی پھیلتی ملکوں میں پہنچی۔ اور جہاں تلوار استعمال کی گئی وہیں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ دیکھو (Saxony) کو تلوار سے عیسائی بنایا۔ تو پھر کتنی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ کیا اسلام ان سب مذاہب سے گیا گزرا تھا کہ بغیر تلوار کے اس کی توسیع ہی نہ ہوتی۔ بلکہ جو طریقہ جناب رسولِ خداؐ نے اس کی تبلیغ کے لئے اختیار کیا تھا وہی اس کی صحیح توسیع کے لئے نہایت مناسب تھا۔

Marfat.com

دیگر مسائل پر بھی احمد امین نے اپنی واقفیت کا عجیب مظاہرہ کیا ہے ان میں سے چند مسائل یہ ہیں (ا) طلاق (ب) عدت (ج) تحریف قرآن (د) جبرئیل علیہ السلام (ھ) اونٹ کا گوشت (و) حضرت مہدی موعود کا آسمان سے زینہ لگا کر اُترنا وغیرہ وغیرہ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

کچھ تو ہوتے ہیں محبت میں جنوں کے آثار
اور کچھ لوگ بھی دیوانہ بنا دیتے ہیں

ایک تو احمد امین صاحب ہیں ہی ماشاء اللہ کچھ "طلوع اسلام" نے بھی انہیں دیوانہ بنایا ہے احمد امین نے تو فقط اتنا ہی کہا تھا کہ قالت الرافضہ لاجہاد حتی یخرج المہدی۔ یعنی رافضی کہتے ہیں کہ جب تک حضرت مہدی موعود کا خروج نہ ہو۔ جہاد جائز نہیں۔ "طلوع اسلام" نے یا تو عربی کی ناواقفیت کی وجہ سے یا ارادتاً ان جناب کا آسمان پر سے زینہ لگا کر اُترنا اور بڑھا دیا۔ معلوم نہیں حضرت پرویز زینہ کہاں سے لائے احمد امین کی عبارت میں جس کی طرف اشارہ ہے یہ نہیں ہے احمد امین رافضیوں کے متعلق کہتے ہیں کہ لم یدخلوا فی الاسلام رغبۃ ولا رھبۃ من اللہ یعنی رافضی اسلام میں شوق سے یا خدا کے ڈر سے داخل نہیں ہوئے۔" طلوع اسلام" نے من اللہ کا جملہ اُڑا دیا صرف خوف رکھا جس سے ظاہر ہو کہ شیعوں نے کبھی خوف میں زندگی نہیں گزاری خوف تو تھا ہی نہیں لہذا خوف سے اسلام میں داخل نہیں ہوئے ان اُمور سے صاف ظاہر ہے کہ اس مضمون کا مقصد علمی تحقیق نہیں ہے بلکہ شیعوں کی مخالفت مدنظر ہے اور لوگوں کو ترغیب دی ہے کہ شیعوں

Marfat.com

سے دشمنی رکھیں ۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو ۔ چنانچہ رافضیوں سے محبت رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ یہودیوں سے محبت رکھنا"۔ اب ہم مضامین متذکرہ بالا کا ذکر اختصار کے ساتھ کرتے ہیں ۔

(۱) طلاق طلوع اسلام لکھتا ہے "یہودیوں کے نزدیک تین طلاقوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ یہی کچھ رافضی کہتے ہیں"

"یہی کچھ" کا جملہ ملاحظہ ہو ۔ معلوم نہیں کیا کچھ ۔ تین طلاقوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ یہ فقرہ بھی مبہم ہے ۔ اگر یہ مضمون "طلوع اسلام" نے نہ چھیڑا ہوتا تو اچھا تھا ۔ شاید شیعہ فقہ کو انہوں نے پڑھا نہیں ۔ شیعہ قانونِ طلاق و نکاح عین مطابق عقل و حکمت سنت کے ہے ۔ اور حنفی قانون نے کئی غلطیاں کی ہیں ہمیں یقین ہے کہ حضرتِ اعظم جناب مزاج شناسِ رسولؐ کے کئی نہایت لائق دکلا دوست ہیں کیا اچھا ہوتا کہ اس قانون کے جنگل میں گھسنے سے پہلے ان میں سے کسی وکیل سے مشورہ تو کر لیتے ۔ مشورہ نہ سہی قانون تو پوچھ لیتے ۔ اب ہم صحیح قانونی حالت معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ زمانہ حال میں مسلمانوں کے قانون اور تاریخ کے بہترین عالم مسٹر امیر علی تھے ۔ ہم ان کے علم سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں ۔

Two kinds of talak are recognised by the Hanafis viz., (1) the talak-us-sunnat and (2) the talak-ul-bidaat. The talak-ul bidaat, as its name signifies, is the heretical or irregular mode of divorce which was introduced in the second century of the Muhammadan era. It was then that the Ommeyyade monarchs, finding the Checks im-

Marfat.com

posed by the Prophet on the facility of repudiation gailing, looked about for some escape from the strictness of the law, and found in the liability of the jurists a loophole to effect their purpose... In the talak-ul-bidaat, the husband may pronounce the three formulae at one time, whether the wife is in a state of tahr or not. The Shiahs and the Malikis do not recognise the validity of the talak-ul-bidaat......

The conditions which surround the power of talak under the Shiah law, and limit its exercise, are accordingly stricter and far more rigid than under the Sunni Law.

According to the Hanafi doctrines a talak actually pronounced under compulsion is valid. "A talak", says the Alamgiri, "pronounced by any husband who is of mature age and possessed of understanding is effective, whether he be free or a slave, willing or acting under compulsion, and even though it were uttered in sport or jest, or inadvertently by a mere slip of the tongue". Repudiation pronounced under compulsion is invalid and ineffective under the Shiah Law.

Marfat.com

According to the Sunni doctrines, talak may be effected by express terms (sarih), which leave no doubt as to the intention of the repudiator, or by the use of ambiguous or implicative expressions (bilkinayeh)...the intention of talak is not necessary on the part of the husband. For example, if a man were to use the word talak it would not be necessary to say whether he intended to divorce the wife. According to the Shiahs, repudiation pronounced "implicatively" or in ambiguous terms, does not take effect, whether there be intention on the part of the repudiator or not, nor does it take effect if it be made dependent upon or subjected to any condition.

See Amir Ali's Muhammadan Law, Vol. ii Sections ii & iii, PP. 513 to 521. Third Ed. 1908.

ترجمہ :۔ حنفی مذہب میں دو قسم کے طلاق جائز ہیں۔ ایک طلاق السنّت اور دوسرے طلاق البدعت.... طلاق البدعت، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے خلاف قانون اور کافرانہ طریقۂ طلاق ہے جو دوسری صدی ہجری میں رائج ہوا تھا یہ اس وقت تھا کہ جب شاہان بنی اُمیہ نے ان پابندیوں کو جو جناب رسولؐ خدا نے طلاق پر لگا دی تھیں، تکلیف دہ محسوس کر کے اس قانون کی سختی سے بچنے کے لئے حیلے اور بہانے تلاش کئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے

Marfat.com

ان حیلوں اور بہانوں کو فقہا آمادگی میں پایا۔۔۔۔۔۔

طلاق البدعت میں خاوند تینوں طلاقوں کو ایک ہی دفعہ کہہ سکتا ہے خواہ زوجہ حالتِ طہر میں ہو یا نہ ہو۔۔۔ لیکن شیعہ اور مالکی طلاق البدعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

فقہ شیعہ میں طلاق کے اختیار کی حدود اور اس پر جو پابندیاں ہیں وہ بہت ہی سخت اور مشکل ہیں بہ نسبت سنی فقہ کے۔

حنفی فقہ میں اگر طلاق صرف کہہ دیا گیا ہے تو وہ جائز ہے خواہ زبردستی اور جبر ہی سے خاوند سے کہلایا گیا ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے "اگر خاوند بالغ اور سمجھدار ہے تو اس کا کہا ہوا طلاق جائز ہے خواہ خاوند آزاد ہے یا غلام ہے خواہ اپنی رضامندی سے کہا ہے یا دوسرے کے جبر سے بغیر اپنی مرضی کے کہا ہے یہاں تک کہ اگر طلاق مذاق میں اور سہواً بھی کہہ دیا گیا ہے تو وہ جائز ہے۔۔۔

لیکن فقہ شیعہ میں وہ طلاق جو حالتِ جبر میں دیا گیا ہے قطعاً ناجائز اور بے سود ہے

سنی فقہ میں طلاق صریح الفاظ میں بھی کہا جا سکتا ہے جس میں کوئی شبہ نہ ہو اور مبہم اور کنایہ کے الفاظ میں بھی کہا جا سکتا ہے (دونوں طرح جائز ہے)۔۔۔۔

حنفی فقہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ خاوند کا ارادہ طلاق کا ہو۔ مثلاً اگر خاوند صرف طلاق کا لفظ کہہ دے تو طلاق جائز ہو گیا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ خاوند کا ارادہ بھی طلاق دینے کا تھا یا نہیں۔۔۔ شیعوں میں وہ طلاق جو مبہم الفاظ

Marfat.com

میں ہو یا کنایتہً ہو، جائز نہیں ہے خواہ خاوند کا ارادہ طلاق دینے کا تھا یا نہ تھا اسی طرح وہ طلاق بھی شیعوں میں جائز نہیں ہے جو کسی شرط پر منحصر ہو۔

اب بتلایئے وہ تین طلاق کہاں گئے۔ یہ طلاق کیا ہے اچھا خاصہ شاہانہ استبداد کا مظاہرہ ہے۔ نکاح کیا ہوا چھوئی موئی کا پودا ہوا۔ پھونک ماری اور بیتے مُردہ، یہ تو وہی بات ہوئی کہ ع انہیں الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا۔

انگریزی میں سچی مثل ہے کہ جو شیشے کے مکانوں میں رہتے ہیں انہیں دوسروں کی طرف پتھر نہ پھینکنے چاہئیں۔ اسی نکاح کے آگے متعہ کو بُرا کہتے ہیں۔ متعہ میں مدت تو ہوتی ہے چھ مہینہ، ایک سال، دو سال، چار سال۔ یہ دائمی نکاح تو مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بودا ہے۔ اِدھر پھونک ماری اُدھر دائمی نکاح غائب ہوا بس اُڑ گیا۔ انصاف سے کہئے کس کے اصولِ طلاق مطابق سنت رسولؐ ہیں اور کس کے اصولِ طلاق کفر کی تقلید میں مرتب کئے گئے ہیں ع

ہم بھرے بیٹھے تھے کیوں آپ نے چھیڑا ہم کو

(ب) عدت | اب عدت کو لیجئے اور دیکھئے کہ کون یہودیوں کے زیر اثر ہے شیعہ یا شیعوں پر اعتراض کرنے والے، ہم پھر مسٹر امیر علی کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔

Under the Hanafi and the Maliki Law, a presumption of consummation is raised from the retirement of the husband and the wife into the

Marfat.com

nuptial chamber, under circumstances which lead to the natural inference of matrimonial intercourse. This is what is called valid retirement or Khilwat-us-sahih. Among the Hanafis and the Malikis, the Khilwat-us-sahih has the same character and gives birth to the same legal consequences as the Hebrew ceremony of leading a bride to the nuptial bed. Under the Shiah as well as under the Shafei Law, no absolute presumption arises from simple retirement, actual consummation alone giving rise to the rights and duties which spring from marriage. (PP.364,365).

According to the Shiahs, iddat is incumbent upon a woman, who is talaked or separated, only when there has been actual co-habitation, for khilwat-us-sahih is not recognised among them. But a widow is bound to observe the probation in all cases whether there has been cohabitation or not. In the case of a pregnant woman iddat lasts until delivery (P.539).

ترجمہ :- اگر خاوند اور بیوی بعد نکاح شادی کے کمرہ میں ایسے حالات میں
داخل ہوتے ہیں کہ جن سے مباشرت کا گمان قدرتی طور پر پیدا ہو سکتا ہے
تو حنفی اور مالکی فقہ میں زفاف (مباشرت) کا قیاس قطعی کیا جاتا ہے اِس

کو خلوتِ صحیحہ کہتے ہیں... حنفی اور مالکی فقہ میں خلوت صحیحہ کی وہی حیثیت ہے اور اس سے وہی قانونی نتائج اخذ کئے جاتے ہیں جو یہودیوں کے یہاں دولہن کو شادی کے بستر تک لے جانے کی رسم کی حیثیت اور قانونی درجہ ہے لیکن شیعہ اور شافعی فقہ میں ایسی خلوت سے کوئی قیاس پیدا نہیں ہوتا۔ ان کے یہاں صرف مباشرت واقعیہ ہی سے حقوق و فرائض ازدواجی پیدا ہوتے ہیں... شیعوں کے یہاں مطلقہ اور جُدا کی ہوئی عورت پر اسی صورت میں عدت فرض ہے جبکہ مباشرتِ واقعیہ ہو چکی ہو۔ کیونکہ ان کے یہاں خلوتِ صحیحہ کو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن بیوہ پر ہر حالت میں عدت فرض ہے خواہ مباشرت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

اب دیکھئے۔ یہودیوں کا اثر کس فریق کی طرف گیا۔ یہودیوں کے یہاں خلوتِ صحیحہ کی وہی حیثیت ہے اور اس سے وہی ازدواجی نتائج قانوناً اخذ کئے جاتے ہیں جو حنفیوں کے یہاں ہیں۔ شیعہ تو اس کے مخالف ہیں یہ بالکل غلط فقرہ ہے کہ یہی کچھ رافضیوں کا خیال ہے یہ صرف جہلا کو دھوکا دینے کے لئے کہا گیا ہے

بات تو فقط اتنی تھی کہ شافعی اور شیعہ مباشرت واقعیہ کے بغیر غیر بیوہ عورت کے لئے عدت مقرر نہیں کرتے اور بیوہ عورت کے لئے تو مباشرت کی بھی شرط نہیں ہے مسلمانوں کو شیعوں کے برخلاف بھڑکانا مدنظر تھا تو کہدیا کہ شیعہ بالکل عدت کو ضروری نہیں سمجھتے ایسی دھوکہ کی تحریر کی صاحبانِ عقل و فہم کے نزدیک کچھ وقعت نہیں ہے یہ بھی قابلِ غور ہے کہ حالانکہ شافعی اس میں شیعوں کے موافق ہیں لیکن ان کا ذکر تک نہیں۔ نکاح و طلاق اور عدت کے متعلق جو مسٹر امیر علی نے لکھا ہے وہی شیعوں کی کتب فقہ میں ہے۔ ان حوالجات کے علاوہ جو مسٹر امیر علی نے دئے ہیں دیکھو شرائع الاسلام عربی مطبوعہ مطبع گلدستہ نشاط و واقع کلکتہ ستمبر ۱۸۳۹ء کتاب الطلاق ص ۳۱۱ لغایت ۳۲۵

تحریفِ قرآن

(ج) تحریفِ قرآن۔ یہاں بھی طلوع اسلام کی دیانت ناظرین کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتی ہے عنوانِ مضمون تو یہ کہتا ہے کہ وہ علامہ احمد امین کا ہے اور ان کی ضحی الاسلام جلد اول سے ماخوذ ہے لیکن مسئلہ تحریف قرآن پر جو کچھ احمد امین کا دعویٰ ہے اس کو غلط سمجھ کر طلوع اسلام ایک علیحدہ راستہ اختیار کرتا ہے۔ احمد امین تو کہتے ہیں، والیھود حرفوا التوراۃ والرافضۃ حرفت القرآن یعنی یہودیوں نے توراۃ میں تحریف کی اور رافضہ نے قرآن شریف میں تحریف کی۔ طلوع اسلام نے دیکھا کہ یہ تو احمد امین غلط بات کہہ گئے۔ ہمارے خلفاء کا جمع کیا ہوا قرآن رائج ہے۔ اگر ہم کہیں گے کہ یہ محرف ہے تو یہ تحریف ہمارے خلفاء کی طرف راجع ہوگی۔ لہذا طلوع اسلام نے احمد امین کے قول کی تنسیخ کرکے کہا کہ "یہودیوں نے تورات میں تحریف کی ہے۔ ایسے ہی رافضی بھی قرآن میں تحریف کے قائل ہیں"۔ اب شیعوں پر سے قرآن میں تحریف کرنے کا الزام تو واپس لے لیا گیا۔ اس کی بجائے تحریف کے صرف قائل ہونے کا الزام عائد کیا گیا۔ اس منطق کو ملاحظہ کیا، قرآن میں تحریف کرنے والا تو یہودیوں کے زیر اثر نہ ہوا۔ لیکن اس تحریف کا قائل ہونے والا یہودیوں کے زیر اثر ہو گیا۔ اس منطق کو سمجھنے کے لئے منطق کے موجد ارسطو کی روح کو بلانا پڑے گا۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ شیعوں کے عقائد عقلاً اور منطقاً ایسے مضبوط ہیں کہ ان پر حملہ کرنے والا خود بخود عاجز ہو جاتا ہے اور اپنے جرم کا اقبال اپنے عمل سے کرنے لگتا ہے۔ احمد امین نے تو خیال کیا کہ محض تحریف کا قائل ہونا تو یہودیوں سے مماثلت پیدا نہیں کرتا۔

Marfat.com

لہذا انہوں نے خود تحریف کا الزام شیعوں پر لگا کر اس مماثلت کو پورا کیا۔ "طلوعِ اسلام" یا "مزاج شناسِ رسول" نے دیکھا کہ شیعوں نے تو قرآن کو جمع نہیں کیا۔ ہم تحریف کا الزام تو ان پر لگا نہیں سکتے۔ تحریف کے قائل ہونے کا الزام چسپاں ہو سکے گا۔ لہذا وہی لگا دو۔ مماثلت نہ کامل ہوئی نہ سہی۔ جب یہ دونوں حضرات ہی ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہیں۔ تو ہم کو جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ لیکن اس مشکل میں سے نکلنے کی ایک ترکیب ہم بتاتے ہیں۔ اگر قرآن شریف کے جمع کرنے والوں ہی کو شیعہ سمجھ لیا جائے تو میرا احمد امین اور "مزاج شناسِ رسول" دونوں اس دلدل میں سے نکل آئیں گے جس میں وہ پھنس گئے ہیں۔ لیکن پھر تاریخ سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔

اس قائل ہونے کا تو ہم کیا جواب دیں۔ منطق کی ایک شکل پیش کرتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ جناب رسولِ خدا کی ایک حدیث ہے جو صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر کتبِ احادیث میں درج ہے اور جس کو "مزاج شناسِ رسول" بھی صحیح مانتا ہے وہ یہ ہے کہ تم لوگ یقیناً اگلے لوگوں کی چالوں پر بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ بھر چلو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا حضرت یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ ہاں ہمیں تو نہیں معلوم کہ کوئی شیعہ قرآن شریف میں تحریف کا قائل ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ہے تو اس نے غالباً صحیح بخاری کی اس حدیث کی صحت پر ہی ۔ اپنے اعتقاد کا انحصار رکھا

Marfat.com

ہوگا۔

(د) حضرت جبرئیل علیہ السلام۔

حضرت جبرئیل انسانوں کو تو ہمارے خلاف کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اب فرشتوں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ ان کو یہ کہہ کر ہمارے خلاف کرنا چاہتے ہیں کہ جبرئیل کے دشمن ہیں۔ ان پر الزام لگاتے ہیں۔ لیکن ہمیں اُمید ہے کہ فرشتے اس بہکانے میں نہیں آئیں گے۔ ایسے بہکنے اور بہکانے کا نتیجہ وہ پہلے دیکھ چکے ہیں۔ ہم نے تو شیعہ فقہا ورعفا ئد کی کتابیں بہت دیکھی ہیں ان میں تو یہ عقیدہ کہیں درج نہیں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی انہیں حضرت علیؑ کے پاس جانا چاہیئے تھا۔ چلے گئے جناب محمد مصطفےٰ کی طرف۔ احمد امین تو کہہ دیں گے کہ یہ الزام میں نے شعبی کے کلام سے لیا ہے جو عقد الفرید میں درج ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ شیعوں کی کتابوں میں ہے یا نہیں شعبی کو ہم کہاں سے لائیں۔ علامہ شہرستانی نے ان کو شیعہ زیدیہ لکھا ہے۔ ہر ایک کو اپنے مذہب کا علم زیادہ ہوتا ہے۔ شاید علامہ شعبی کے مذہب میں یہی عقیدہ درج ہو۔ مولوی روم کے استاد جناب شمس تبریز کے کلام میں ایک شعر ہے

جبرئیل کہ آمد ز برِ خالقِ بیچوں ۔۔۔ در پیشِ محمدؐ شد و مقصود علیؑ بود

ان ہی بزرگواروں کے پہادی قرآں کے مصنف کے استاد کا شعر ہے

اس کا الزام ہمارے اوپر معلوم نہیں کس قاعدہ منطق سے آتا ہے ان کی حمایت کرنا ہمارا فرض تو نہیں ہے لیکن حق کی بات کہنی ہی پڑتی ہے۔ اس الزام کے قائم کرنے والوں نے اس شعر کا مطلب غلط سمجھا ہے جب دو آدمی

Marfat.com

آپس میں گفتگو کریں اور گفتگو کا سارا موضوع ایک تیسرا آدمی ہو تو کہیں گے کہ ان دونوں آدمیوں کا مقصود وہ تیسرا شخص تھا۔ یہ شعر واقعۂ غدیرِ خم کی طرف اشارہ کرتا ہے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک لے کر جناب رسولؐ خدا کے پاس آئے تو اس پیغام کا مقصود حضرت علیؑ تھے کیونکہ پیغام حضرت علیؑ کی خلافت اور جانشینی کے اعلان کے متعلق تھا لہذا شاعر نے کہا ؎

جبریل کہ آمد زبرِ خالقِ بیچون
در پیشِ محمدؐ شد و مقصود علیؑ بود

اس میں کیا خرابی ہے اور شعبی یا احمد امین کے ناراض ہونے کی وجہ تو نظر نہیں آتی۔ شاید غدیر خم کے خیال نے ان کو ناراض کر دیا ہو۔

(۸) اونٹ کا گوشت کچھ نہیں ملا تو اونٹ کے گوشت پر اُتر آئے معلوم نہیں کہ اونٹ کے گوشت سے یہودیوں کے اثر کو ثابت کرنا کس مورخ جلیل کے پیچیدہ دماغ کا نتیجہ ہے۔ اس میں ابن عبدربہ صاحب عقد الفرید، علامہ شعبی مصنف کتب شیعہ زیدیہ، احمد امین مورخِ اعظم افریقی، ادارہ طلوع اسلام ناقل ہزلیات سب کا اجماع ہے۔ معلوم نہیں اونٹ پر ہی ختم کیوں کر دیا۔ اگر فہرست طویل ہوتی تو اثر زیادہ ہوتا کہتے کہ چونکہ یہودی کتے، بلی، چیل، کوے، سانپ کا گوشت نہیں کھاتے۔ اور شیعہ بھی ان کا گوشت نہیں کھاتے۔ لہذا یہودیوں کا اثر

Marfat.com

قطعی طور سے ثابت ہے۔ ایک تاریخی مشکل آ پڑے گی۔ یہودی صدیوں سے ان عربوں کے ساتھ رہتے تھے۔ احمد امین نے اس ساتھ کی بود و باش کو وجہ اثر بتایا ہے۔ عربوں نے اس اثر کی وجہ سے اونٹ کا گوشت کیوں نہ چھوڑا۔ اور فردوسی کو کہنا پڑا ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار — عرب را بجائے رسیدا ست کار
کہ تختِ کیاں راکنند آرزو — تفو بر تو اے چرخِ گردان تفو

ہمیں تو نہیں معلوم کہ اونٹ کا گوشت آلہ مقیاس المذاہب ہے۔ اگر ہے تو تحریر زیر بحث کے مطابق کہہ سکتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت نہ کھانا یہودیت کی نشانی ہے اور اس کا گوشت کھانا کفر کی علامت ہے۔ کیونکہ عرب جاہلیت میں کھاتے تھے۔ لیکن راست و دروغ بر گردنِ راوی۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ جیسا انھوں نے کہا ہم نے اس کی منطقی شکل بنا دی۔

کیا اچھا ہوتا اگر ان چاروں صاحبانِ اجماع میں سے کوئی صاحب اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کسی شیعہ کتاب فقہ، شرع کا حوالہ دے دیا کرتے ہم نے تو کسی شیعہ کتاب میں اونٹ کے گوشت کو حرام لکھا ہوا نہیں دیکھا۔ اس وقت عربی کی شرائع الاسلام ہمارے زیر نظر ہے مطبوعہ ۱۸۳۹ء مطبع گلدستہ نشاط۔ اس کے صفحہ ۴۰۲ پر زیر عنوان کتاب الاطعمہ والاشربہ یہ عبارت پاتے ہیں۔ القسم الثانی والبھائم ویو کل من الانسیتہ الابل والبقر والغنم

ترجمہ:۔ قسم دوم۔ در بیان بہائم۔ پالتو چوپائیوں میں اونٹ

Marfat.com

گائے اور گوسفند کھا سکتے ہیں۔

ہاں اس صورت میں کہ اونٹ نے آدمی کا فضلہ کھایا ہو۔ کچھ عرصہ کے لئے اس کا گوشت، دودھ نہ استعمال کرنا چاہیئے اور نہ اس پر سوار ہونا چاہیئے اور یہی حکم ان تمام حلال جانوروں کے لئے ہے جس نے انسان کا فضلہ کھایا ہو۔ مثل مرغی وغیرہ کے۔ دیکھو حلیۃ المتقین مولفہ مولانا محمد باقر مجلسی مطبوعہ مطبع نولکشور بمقام لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۸۸۴ء صفحہ ۳۱۸

مسئلہ بدا

مسئلہ بدا پر اعتراض کرنا اور اس کو بیچ میں لانا مزید ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ تحریر محض شیعوں کو چڑانے اور بھڑکانے کے لئے لکھی گئی۔ تاکہ وہ غصہ میں آکر اہل سنت وجماعت کے خلاف کچھ کہیں۔ اور پھر آپس میں رنجش پیدا ہو جائے۔ ورنہ ظاہری مقصد تحریر تو یہ ہے کہ شیعوں پر یہودیوں کے اثر کو ثابت کریں مسئلہ بدا کے متعلق خود کہتے ہیں کہ یہودی اس مسئلہ کو نہیں مانتے اور اس کے خلاف ہیں تو یہودیوں کا اثر تو اس جماعت پر ہوا جو یہودیوں کی طرح مسئلہ بدا کو نہیں مانتے اور اس کے خلاف ہیں۔

لفظ بدا ماضی ہے۔ اس کے معنی ہیں ظاہر ہوا۔ کھلا۔ اس کا مصدر بُدُوٌّ ہے۔ مسئلہ بدا یہ ہے کہ مقدرات عالم میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے۔ برعکس اس کے یہودی یونان کے فلسفہ سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ ابتدائے آفرینش ہی سے خداوند تعالیٰ نے ہر ایک شے اور ہر ایک جاندار کی مقدرات مقرر کر دی ہیں۔ بس اب وہ کچھ نہیں کرتا۔ ان کے

Marfat.com

خیال کے مطابق اوّل آفرینش کے بعد خداوند تعالیٰ معطل ہو گیا۔ یا بالفاظِ دیگر معاذ اللہ بیکار ہے۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ تعجب ہے کہ وہ جماعت اہل اعتقاد تعطل میں یہودیوں اور ملحدانہ فلسفہ یونان کا کیوں ساتھ دیتی ہے جس کے ضابطۂ اعتقاد کے بموجب اس کی الہامی کتاب (قرآن شریف) میں چند آیات پہلے نازل ہوئیں۔ پھر وہ منسوخ ہو گئیں اور ان کی ناسخ دوسری آیات نازل ہوئیں اور جس کی الہامی کتاب میں مندرجہ ذیل آیات مسئلہ بدا کے اثبات میں موجود ہیں۔

(۱) لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ (۳۸) يَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (۳۹) (الرعد ۱۳: ۳۸-۳۹)

ترجمہ: ہر ایک وقت (موعود) کے لئے (ہمارے یہاں) ایک تحریر ہے۔ پھر (اس میں سے) خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ اور اس کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) موجود ہے۔

(۲) أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف ۷: ۵۴)

ترجمہ۔ خبردار: خدا ہی کے لئے پیدا کرنا اور خدا ہی کے لئے حکومت ہے۔

مسئلہ بدا بالکل مطابق عقل ہے۔ اور اس کے انکار سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر تقدیریں شروع ہی میں لکھی جا چکی ہیں تو اب انسان کی اپنے لئے کوشش کرنی بھی بیکار ہے اور ان کوششوں میں برکت

Marfat.com

کی دُعا خداوند تعالیٰ سے مانگنی ایک فعلِ عبث ہے جو کچھ خدا کو کرنا تھا۔ وہ تو کر چکا۔ اب دُعاؤں سے کیا ہوتا ہے۔ اور انسان کی کوشش سے کیا ہوتا ہے۔ اور قرآن شریف میں جو یہ آیت پائی جاتی ہے کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ وہ بھی کسی کی غلطی سے وہاں آ گئی۔ ہر ایک شے مقرر و مقدر ہو چکی ہے اب انسان کی کوشش سے کیا ہوتا ہے۔ اگر مسئلہ بدا پر ہمارا اعتقاد نہ ہو اور اس کو ہم صحیح نہ سمجھیں تو دنیا کا جو ہمارے اوپر اعتراض ہے کہ یہ لوگ (FATALIST) ہیں اور اس وجہ سے دنیا کے ساتھ ترقی کرنے کے اہل نہیں ہیں درست ہو جاتا ہے۔ اور غالباً اہلِ مغرب جو اہلِ مشرق کو عام طور سے Fatalist. یعنی قدریہ کہتے ہیں وہ یہودیوں اور ان کے ہم خیال مشرقی اقوام کے معتقدات اور طرزِ عمل کو دیکھکر کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ بدا کی مخالفت یہودیوں اور طلوعِ اسلام کی برادری تک محدود ہے۔ کیونکہ اہل سنت وجماعت کے علمار کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کو معطل نہیں سمجھتے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر و ابن ابی حاتم جو سب کے سب اہل سنت وجماعت کے بڑے مفسرین اور مصنفین ہیں اپنی اپنی مصنفات میں اس اعتقاد کو صحیح کہتے ہیں۔ علامہ سیوطی اپنی تفسیر دُرِ منشور میں کہتے ہیں:

اخرج ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن مجاہد رضی اللہ عنہ قال قالت قریش حین انزل وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ

Marfat.com

اِلّا باذن اللّٰہِ ما نراک یا محمد تملک من شئ ولقد فرغ من الامر فانزلت ھذہ الآیہ تخویفاً ووعید ا لھم یمحو اللّٰہ ما یشاء ویثبت انا ان شئنا اخذ نا لہ من امرنا ما شئنا ویحدث اللّٰہ تعالیٰ فی کل رمضان فیمحو اللّٰہ ما یشاء ویثبت من ارزاق الناس ومصائبھم وما یعطیھم وما یقسم لھم انتھی

ترجمہ :- ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن المنذر، وابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی ما کان لرسول ان یاتی بایۃ باذن اللّٰہ (رسول کے لئے یہ جائز نہیں کہ کوئی آئت بغیر اذنِ خدا کے لائے) تو قریش نے کہا کہ اے محمد ہم دیکھتے ہیں کہ اب تو تمہارے اختیار میں کچھ ہے ہی نہیں کیونکہ خداوندتعالے تو اب فارغ ہے (یعنی کچھ نہیں کرنا جو کرنا تھا پہلے کر چکا) تو پھر یہ آئت نازل ہوئی تاکہ وہ ڈریں۔ خدا جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اپنے رسول کی طرف اپنا حکم بھیجدیں۔ ہر ایک ماہ رمضان میں خداوندتعالے لوگوں کے رزق ومصائب وعطاء وتقسیم میں سے جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے۔

ایسی ہی روایت ابن عباس سے عبدالرزاق، فریابی، ابن جریر، ابن المنذر ابن ابی حاتم اور بیہقی نے نقل کی ہے۔ حضرت ابن عباس سے ایسی بہت سی روایات مروی ہیں۔

ایسی ہی روایت ابن عمر نے جناب رسولِ خدا سے نقل کی ہے۔ علامہ سیوطی نے بہت سی روایات بہت سے اصحاب رسولؐ سے بیان کی ہیں۔

Marfat.com

اور تو اور حضرت عمر بھی بدا کے قائل تھے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں۔

اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال وھو یطوف بالبیت اللھم ان کنت کتبت علی شقاوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما یشاء وتثبت وعندک ام الکتاب فاجعلہ سعادۃ ومغفرۃ

ترجمہ:۔ عبد بن حمید، ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت عمر نے کہا کہ اے خداوندا اگر تو نے میرے لئے شقاوت یا گناہ لکھ دیا ہے تو تو اس کو محو کر دے۔ کیونکہ تو مٹا دیتا ہے جو تو چاہتا ہے اور لکھ دیتا ہے جو تو چاہتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے۔ پس اس کی بجائے سعادۃ و مغفرت لکھ دے۔

عبد اللہ ابن مسعود اس طرح دعا مانگا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس طرح دعا مانگے گا۔ خداوند تعالے ضرور قبول کرے گا۔ اور اس کے رزق میں فراخی ہو گی۔ دعا یہ تھی۔

یا ذا المن ولا یمن علیہ یا ذا الجلال والاکرام یا ذا الطول لا الہ الا انت ظہر اللاجین وجار المستجیرین وآمن الخائفین ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب شقیا فامح عنی اسم الشقاء واثبتنی عندک سعیدا وان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب محروما مقترا علی رزقی فامح حرمانی ویسر رزقی واثبتنی عندک سعیدا موفقا للخیر فانک تقول فی کتابک الذی انزلت یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہٗ ام الکتاب۔

Marfat.com

ترجمہ:- اے وہ جو سب پر احسان کرتا ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کرسکتا۔ اے ذوالجلال والاکرام۔ اے صاحب بخشش وعطا۔ کوئی خدا تیرے سوا نہیں۔ اے پناہ مانگنے والوں کے پشت وپناہ اے بیکسوں کے ملجاو ماوا، ڈرے ہوئے لوگوں کے لئے امن کے مقام۔ اگر تو نے اپنی ام الکتاب میں جو تیرے پاس ہے مجھے شقی لکھا ہے تو لفظ شقاوت کو مٹادے۔ اور اس کی بجائے مجھے سعید لکھ اگر تو نے مجھے اپنی ام الکتاب میں جو تیرے پاس ہے محروم ومفلس لکھا ہے تو مٹادے میری ہر بات کو اور دور کر تنگیٔ رزق کو اور اپنی کتاب میں مجھے سعید لکھ کیوں کہ تو قرآن شریف میں جس کو تو نے نازل کیا ہے کہتا ہے کہ جو چاہتا ہے خدا مٹادیتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے۔ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی روائتیں اسی مضمون کی علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر درالمنثور میں جمع کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت وجماعت اس مسئلہ بدا میں شیعوں سے متفق ہیں۔ دیکھو کتاب الدر المنثور فی التفسیر بالماثور لامام جلال الدین السیوطی مطبوعہ بالمطبعۃ المیمنیہ عصر ۱۳۱۴ھ الجزء الرابع تفسیر سورۃ الرعد ص ۶۵ تا ۶۸۔

زمانۂ حال کی سائنس اور فلسفہ کی تحقیقات معلوم کرنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا خصوصاً جب ہم ایشیا کے شاعر اور مسلمانوں کے حکیم الامت اقبال کو بھی اپنا ہمخیال پاتے ہیں۔ ابھی ۱۲ر فروری ۱۹۳۵ء کو لاہور میں سینٹ ہال میں انٹلی

Marfat.com

کے پروفیسر **Dr. Bansani.** نے ایک تقریر کی تھی جس کا عنوان تھا
اقبال کے فلسفہ مذہب میں زمانہ کا تصور۔ اس کا حال اور پروفیسر کی تقریر کا
خلاصہ ۱۴ فروری ۶۵ء کے اخبار ڈان **Dawn.** میں آیا تھا۔
ہم وہاں سے اس کو نقل کرتے ہیں:۔

The Italian Scholar, Dr. Bansani, said that Iqbal's theory of divine time was an original contribution to the concept of time as opposed to Plato's "uncyclic time" and "archaic time" of Hindu Philosophy, which conceive of a pre-determined and fixed universe. Iqbal's theory gives us a universe which is continuously creative. Each moment is "original and predictive", and not fixed and pre-determined. He said the concept of time was assuming great importance amongst thinkers and theologians of modern Europe at present.

ترجمہ:۔ اطالوی عالم ڈاکٹر بنسانی نے کہا کہ اقبال کا نظریۂ زمانہ
ربانی زمانہ کے تصور میں ایک عمدہ انوکھی ایزاد ہے۔ یہ افلاطون کے
منتقل اور غیر متدائر زمانہ اور ہندو فلسفہ کے ازل قدیم کے مخالف
ہے۔ ان دونوں نظریات کا منشاء ہے کہ ابتداء ہی سے ایک دفعہ سارا
عالم مقرر اور معین ہو چکا ہے جس میں اب کسی تبدیلی کا امکان نہیں برعکس
اس کے اقبال کے نظریہ میں ہمیں ایک ایسا عالم ملتا ہے جو مسلسل

Marfat.com

تخلیقی ہے۔ اس کا ہر لمحہ نیا ہے اور آئندہ کی خبر دیتا ہے۔ اور آئندہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ عالم پہلے سے معین اور مقدر نہیں ہے۔ ڈاکٹر بنسانی نے کہا کہ وقت (زمانہ) کا تصور موجودہ یورپ کے حکماء و علماء دینیات میں بہت زیادہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

بدا کا مسئلہ ایسا ہے کہ جو زمانۂ حال کے جدید ترین نظریات کی تائید کرتا ہے یہ قرآن اور ائمۂ اہل بیت علیہم السلام کا ایک بڑا معجزہ ہے جنہوں نے اس پہ کافی زور دیا ہے۔ معجزہ اس کو ہی کہتے ہیں جو انسان کے سامنے ان اٹل قوانینِ قدرت کا مظاہرہ کرتا ہے جو اس زمانہ میں کہ جب یہ معجزہ صادر ہو لوگوں کی نظر سے پنہاں ہوتے ہیں۔ معجزہ کی اس اصلیت سے قرآن شریف کی نہایت اہم آیات لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا، فقل انما الغیب للہ، و لا اعلم الغیب وغیرہ کی نہایت صحیح تفسیر ہوتی ہے اور کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اس وقت تک جتنے صحیح معجزات بیان کئے گئے ہیں اس طرح ان سب کی تشریح تسلی کے ساتھ ہو جاتی ہے

قرآن شریف کا معجزہ ہے۔ حق سے انکار کرنے والوں نے انکار کیا۔ زمانۂ حال کی نظریات نے تو ازل کی اتنی توسیع کی کہ اب تک ازل ہی ہے ابد تو اختتام زمانہ دیتا ہے۔ یعنی دنیا کا اختتام ابد ہے۔

وقت اور دیگر جدید اکتشافات کے متعلق جو واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ مندرجہ ذیل مصنفوں کی کتابیں پڑھیں۔ سائنس کے نظریہ طبیعیات میں ایک انقلابِ عظیم پیدا ہو گیا ہے جس سے اہلِ مذہب کو

Marfat.com

بہت فائدہ اٹھانا چاہیئے اور رومن کیتھولک کے پاپائے اعظم اس سے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دھریت یک لخت روبہ تنزل ہو گئی ہے اور نہایت قلیل عرصہ میں مٹ جائے گی۔ سائنس نے اس میں جان ڈالی تھی۔ اور سائنس ہی اب وہ جان نکال رہا ہے۔ مسائلِ حیات و ممات، وقت، ازل، ابد، جبر و اختیار مذہب کے نقطۂ نظر سے ثابت ہو رہے ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے والا جناب مہدیٔ موعود کی طوالت عمر اور ان کے اثر کو بدیہی مسلمات میں سے سمجھے گا Radio activity. نے بہت سے مسائل کو ثابت کر کے بدیہی بنا دیا ہے۔ وہ مصنفین یہ ہیں:-

1 Sir James Jeans. 2. Sir Arthur Eddington.
3. A. Einstein. 4. R. G. Gordon.
5. C. E. M. Joad. 6. Henri Bergoson.
7. H. G. Wells.

ہمارے خیال میں مسئلہ بداکو معجزہ ثابت کرنے کے بعد تو اب مزید بحث کی ضرورت نہیں رہی۔

رجعتِ امام احمد امین کہتے ہیں کہ شیعوں نے رجعتِ امام کا عقیدہ یہودیوں سے لیا۔ ضحی الاسلام میں ان کی عبارت اس طرح ہے:

واما الرجعتہ فقد بدا یقولہیا ان محمد یرجع ثم تحول الی القول بان علیا یرجع وفکرۃ الرجعۃ اخذھا ابن سبأ من الیھودیہ فعند ھم ان النبی

الیاس صعد الی السماء وسیعود فیعید الدین والقانون ووجدت الفکرۃ فی النصرانیہ ایضاً فی عصورھا الاولی

ترجمہ: عقیدۂ رجعت کی ابتدا شیعوں میں اس قول سے ہوئی کہ جناب محمد مصطفےٰ رجعت کریں گے۔ اس کے بعد یہ قول حضرت علیؑ کے لیے ہو گیا کہ وہ رجعت کریں گے۔ ابن سبا نے رجعت کا تصوّر یہودیوں سے لیا جو کہتے ہیں کہ الیاس پیغمبر آسمان پر چلے گئے ہیں۔ وہ واپس آئیں گے اور دین و قانون کو پھر جاری کریں گے۔ یہی تصور نصرانیت میں اس کے ازمنۂ اولی میں پایا جاتا ہے۔

احمد امین کا خیال ہے کہ شیعوں نے عقیدۂ رجعت ابن سبا سے لیا اور ابن سبا نے یہودیوں سے لیا۔ ابن سبا کا ذکر تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ احمد امین کو تاریخ سے کچھ دلچسپی نہیں۔ ورنہ اگر انہوں نے ایک ہی دفعہ سرسری طور ہی سے سہی مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو ان کو معلوم ہوتا کہ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوا تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور تقریر کی کہ چند منافقین کا گمان ہے کہ جناب رسولِ خدا فوت ہو گئے۔ وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ خداوند تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ وہ واپس آن کر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ یہ واقعہ صحیح بخاری اور تمام تاریخ کی کتابوں میں ہے۔

مہدی اور رجعت کا عقیدہ تمام مسلمانوں میں ہے۔ فرق اتنا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ بارھویں امام پیدا ہو چکے ہیں۔ زندہ ہیں۔ غائب ہیں اور رجعت

Marfat.com

کریں گے۔ عامۃ المسلمین کہتے ہیں کہ مہدی ابھی پیدا نہیں ہوئے لیکن پیدا ضرور ہوں گے۔ اس عقیدہ پر ہی انحصار کر کے جناب غلام احمد صاحب آنجہانی نے اپنے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان کی کتابوں میں عامۃ المسلمین کی بے شمار کتابوں کے حوالے ہیں جن میں مہدی موعود کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ مزید بحث کی اب اس میں کیا ضرورت ہے۔ مہدی موعود کے ساتھ مسیح موعود کا بھی عقیدہ ہے حضرت مہدی اور حضرت مسیح مل کر کفار سے جہاد کریں گے۔ غلام احمد آنجہانی نے اسی بناء پر ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ تو فوت ہو چکے ہیں۔ میں ہی وہ مسیح ہوں جس کا وعدہ کتب مسلمین میں پایا جاتا ہے۔

فی الحال ہم اس عنوان پر اتنا ہی لکھنا چاہتے ہیں اور یہ موجودہ بحث کے لئے کافی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اگر خداوند تعالےٰ نے ہمیں مہلت دی اور صحت و فرصت باقی رہی تو حضرت امام العصر والزمان کے وجود و غیاب و ظہور و رجعت ائمہ علیہم السلام کے متعلق ایک علیحدہ مستقل کتاب لکھیں گے اور بتائیں گے کہ اب بھی دنیا میں حضرت امام العصر کا اثر کس طرح جاری و ساری ہے۔

اونٹ کے گوشت و طلاق و عدت اور سانپ کے مٹی کھانے اور زمین پر رینگنے سے کیا یہودیوں کا اثر ثابت کیا جاتا ہے۔ اس قوم نے یہودیوں سے اثر لیا جو یہودیوں کی طرح اپنے نبیؐ کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے۔ نافرمانی کرتی ہے اپنے نبیؐ کی اولاد کو قتل کرتی ہے ان سے عناد رکھتی ہے۔ نبیؐ کے مقرر کردہ مرکز سے یہودیوں کی طرح انحراف کر کے مذہب میں انتشار پیدا کرتی ہے۔

Marfat.com

سنا ہے کہ جنوری ۱۹۵۵ء کے کسی شمارے میں "طلوعِ اسلام" نے پھر شیعوں پر سب و شتم کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔ ہم نے وہ پرچہ نہیں دیکھا۔ بازار میں ملتا نہیں۔ ادارہ طلوع کو لکھا کہ وہ پرچہ بھیج دیں۔ لیکن ابھی تک نہیں آیا۔ اگر وہ پرچہ ہم تک پہنچ گیا اور ہم نے اس میں کوئی بات جواب کے قابل دیکھی تو پھر ع

ہمیں گرز و میدان و افراسیاب

السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

محمد سلطان مرزا کراچی

ختم شد

Marfat.com

آپ حُسینی مشن کی مدد

کیسے

کر سکتے ہیں؟

- اپنے احباب کو حُسینی مشن کا ممبر بنایئے۔
- اپنے شہر میں حُسینی مشن کی شاخ قائم کیجئے۔
- حُسینی مشن کا لٹریچر خریدیئے

اور

- ممکن ہو تو حُسینی مشن کا فنڈ بڑھانے میں اراکینِ مشن کا ہاتھ بٹایئے

Marfat.com

پاکستان حسینی مشن

کی

مطبوعات

(۱) اہل بیتؑ کا احسان ———— ۸ر
(۲) حکیم الٰہی علیؑ ابن ابی طالب ———— ۱۲ر
(۳) شاہزادۂ یثرب عالمِ ہجرت میں ———— ۱۲ر
(۴) مختصر اعمالِ ماہ رمضان ———— مفت
(۵) بارگاہِ حسینی میں عقیدت کے چند پھول ———— مفت
(۶) تعارف ———— مفت
(۷) مقتلِ ضحاک مشرقی ———— ۵ر
(۸) اہلبیتؑ اور اسلام ———— ۸ر

ملنے کا پتہ

(۱) پی ۱۱۴۰ سید پور روڈ راولپنڈی
(۲) پاک کتب خانہ اردو بازار راولپنڈی

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات

سیا آصف

شائع کردہ

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

Marfat.com